کیرن آرم اسٹرانگ کی کتاب
محمد (ﷺ)، بائیوگرافی آف دی پرافٹ، ایک مطالعہ

مولانا محمد اسماعیل آزاد

کیرن آرم اسٹرانگ امریکہ اور انگلستان کی مشہور ومقبول عام مذہبی قلم کار ہیں۔ ان کی کتابیں بڑی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں۔ یورپ وامریکہ کے مشہور اخبارات میں ان کی ہر کتاب پر بہترین تبصرے شائع ہوئے ہیں، جس سے صحافتی اداروں میں ان کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے، ان کی ایک کتاب ''خدا کی تاریخ'' (Histy of God) یورپ کی کئی زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۹۸۸ء میں ان کی کتاب ''مقدس جنگ'' (Holy War) شائع ہوئی، ۱۹۹۲ء میں ''محمد ﷺ'' (Muhammad a Biography of the Propht) ۱۹۹۳ء ''خدا کی تاریخ'' (Histy of God) ۔ ۱۹۹۹ء میں ''تاریخ یروشلم'' (A History of Jerusalem)، ۲۰۰۰ء میں ''اسلام'' (Islam) ''خدا کے لئے جنگ'' (The Battle for God) نامی کتابیں شائع ہوئیں۔ جن میں اسلام، نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی تاریخ کے تذکرے ہیں، ان میں سے زیر نظر کتاب محمد ﷺ بائیوگرافی آف دی پرافٹ یعنی آپ ﷺ کی سوانح حیات یا سیرت نامی کتاب ہے۔ زیر نظر سطور میں اصل تبصرہ اسی کتاب پر ہے، تاہم اس میں مؤلفہ کی دیگر کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلام، نبی ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں کیرن آرم اسٹرانگ کے تمام خیالات سے آگہی حاصل کی جائے اور ان پر گفتگو کی جائے۔

یہ کتاب کیرن آرم اسٹرانگ نے سلمان رشدی کے ناول کے ردعمل میں دنیا بھر میں مسلمانوں کے غم وغصے کے اظہار اور اس پر اہل مغرب کی حیرت اور ناراضی کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے لکھی ہے۔ مصنفہ کے مطابق کتاب عام طور پر پسند کی گئی، لیکن ۱۱ر ستمبر کے واقعات نے ایک بار پھر مغربی دنیا میں مسلمانوں اور اسلام کے متعلق مخالفت، غم اور غصہ پیدا کر دیا۔

اس طرح کیرن کے بقول انھوں نے اسلام اور مغربی دنیا کے درمیان مخالفت کو دور کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی۔ اُن کے نزدیک ان دو مسلمانوں کے سامان میں سے جو ۱۱ ستمبر کے واقعے میں جہاز اُڑا کر عمارتوں سے ٹکرا رہے تھے، ان کے پاس سے ایک کاغذ کا پرزہ ملا، جس پر لکھا تھا کہ ''پیغمبرِ اسلام ہمیشہ پُر اُمید رہے، اس لئے آپ بھی پرُاُمید رہئے''۔

Be optimistic, they were told in the documents that were allegedly found in their luggage, the Prophet was always optimistic. (1)

حیرت ہے کہ پیٹرول سے بھرے جہاز عمارتوں سے ٹکرائے، سب کچھ خاکستر ہو گیا صرف دو عربوں کے پاس سے یہ چٹھی برآمد ہوئی۔ یہ سارا واقعہ یک طرفہ ہے، حکومتِ امریکہ مدعی بھی ہے، گواہ بھی اور منصف بھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ دونوں بلند عمارتوں کے دفاتر میں کام کرنے والے یہودی اُس دن اجتماعی طور پر چھٹی پر تھے۔ بہرحال کیرن جیسی اسکالر کو موجودہ بڑی طاقتوں کے کھیل میں کسی کا حامی نہیں ہونا چاہئے، اہلِ قلم کی عزت اسی میں ہے۔

بقول کیرن آرم اسٹرانگ اُن کے طرزِ عمل کو نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل کے خلاف ثابت کرنے اور اس قسم کے بلا امتیاز قتل و خون سے روکنے کے لئے ان مسلمان انتہا پسندوں کو نبی کریم ﷺ کی سوانح کو ہائی جیک کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اسے موڑ توڑ کر اپنے مقصد کے مطابق ڈھال لیں۔

Muslim extremists must not be allowed to hijack the biography of Muhammad and twist it to suit their own ends. (2)

''نبی کریم ﷺ اپنے زمانے میں جنگ زدہ عرب کے جس کو بچانے کا کوئی امکان نہیں تھا، مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم محمد (ﷺ) سے یہ سیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح امن قائم کریں۔ اُن کے پورے طرزِ عمل میں اولیت اسی بات کو حاصل تھی کہ لالچ، نفرت اور حسد کو اپنے دلوں سے نکال دیا جائے اور اپنے سماج کی اصلاح کریں۔ تب ہی ہم ایک ایسی دنیا تعمیر کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے جس میں باہمی یگانگت اور ایک دوسرے کا عزت سے رہنا ممکن ہوگا''۔

But above all, we can learn from Muhammad how to make peace. His whole career shows that the first priority must be to extirpate greed, hatred, and contempt from our own hearts and to reform our own society. Only then it is possible to build a safe, stable world, where people can live

together in harmony, and respect each other's differences. Both the West and the Islamic world would have to make a major effort if they were not th fail the test of the twentieth century. Muslims would have to come to terms with Westem society and Western success, because these were facts of life. (3)

کیرن آرم اسٹرانگ کینیڈا کے مستشرق کینٹول اسمتھ کے الفاظ کے حوالے سے کہتی ہے کہ جہاں ایک طرف مسلمانوں کو مغربی سماج کے ساتھ معاہدہ کرنا ہوگا، اور دوسری طرف مغربی لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ وہ زمین میں آباد مسلمانوں کو کم تر جان کر سلوک نہ کریں بلکہ ان سے برابری کی بنیاد پر سلوک ہونا چاہئے۔ یہاں تک کہ دونوں فریقوں کو حقائق کے مطابق بیسویں صدی میں یہ معاہدے کرنا ہوں گے۔

If we are to do better in the twenty-first Christian century, Westem people must learn to understand the Muslims with whom they share the planet. They must learn to respect and appreciate their faith, their needs, their anger, and their aspirations. (4)

اگر ہم اکیسویں صدی میں بہتر کارگزاری دکھانا چاہتے ہیں تو مغربی لوگوں کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو سمجھے، جو ان کے ساتھ زمین کی آبادی میں شریک ہیں، ان کو سیکھنا پڑے گا کہ وہ مسلمانوں کو سمجھیں ان کو چاہئے کہ مسلمانوں کی عزت وتکریم کریں ان کے مذہب کو پسند کریں، ان کی ضروریات، ان کے غم وغصے اور ان کی اُمنگوں کو سمجھیں۔ اُن تمام کاموں کی ابتدا کے لئے یہ ضروری ہے کہ پیغمبر اسلام محمد (ﷺ) کی حیاتِ طیبہ کی درست معلومات حاصل ہوں جن کی حکمت اور صلاحیت اس اندھیری دنیا اور خوف ناک وقت میں روشنی دکھاتی ہے۔ اولین باب میں انہوں نے عیسائیوں کی اسلام دشمنی کی دلیل دی ہے۔

And there can be no better place to start this essential process than with a mor accurate knowledge of the life of the Prophet Muhammad, whose special genius and wisdom can illuminate these dark and frightening times. (5)

کتاب کے باب اول میں کیرن آرم اسٹرانگ نے محمد (ﷺ) کے متعلق مغربی عیسائیوں کا قرون وسطیٰ کی صلیبی جنگوں سے آج تک کا ایک جائزہ پیش کیا ہے، اس باب کا عنوان ہے Enemy دشمن، یعنی محمد ﷺ کو عیسائیوں نے قرون وسطیٰ سے آج تک عیسائیت کا دشمن ہی خیال کیا ہے۔

دہشت گردی میں بے قصور عوام کے بے دریغ قتل کی اجازت رسول اللہ ﷺ اور اسلام نے ہرگز

نہیں دی ہے۔ بے شک حضور ﷺ نے امن وسلامتی کو فوقیت دی۔ حضور کے اپنی افواج کو احکامات میں یہ وضاحت موجود ہے کہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جنگ میں حصہ نہ لینے والوں کو نہ چھیڑا جائے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ اس کی پاسداری کی، دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی جنگ کی تعلیم نہیں دی۔ لیکن پوپ اربن (Pope Urban ii) کے حکم سے سارا یورپ متحد ہوکر فلسطین سے مسلمانوں کو نکالنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بے دریغ مسلمانوں، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کا قتلِ عام کیا گیا۔ لیکن جب مسلمانوں نے دوبارہ فلسطین پر قبضہ کیا تو کیا بے قصوروں کا خون نہیں بہایا گیا۔ کیرن نے یہ بات اپنی دونوں کتابوں یروشلم اور مقدس جنگ میں بے شک لکھی ہے لیکن اس موقع پر اسلام کی انسانیت اور عیسائیت کی بربریت اور درندگی کا تذکرہ لازمی تھا جو مفقود ہے۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے وضاحت کی ہے کہ عیسائیوں کی صلیبی لڑائی حضرت عیسیٰ کے غیر جنگجویانہ طریق سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ (۶) کیرن نے مزید وضاحت کی ہے کہ ۱۹۱۷ء میں انگریز جنرل ایلن بی نے یروشلم پہنچ کر کہا کہ صلیبی جنگیں آج مکمل ہوئی ہیں۔ اور فرانسیسی فوجیوں کے کمانڈر نے دمشق میں صلاح الدین ایوبی کی قبر پر جا کر کہا کہ ''صلاح الدین! ہم آ گئے ہیں''۔

> When General Allenbi arrived in Jerusalem in 1917, he announced that the Crusades had been completed, and when the French arrived in Damascus their Commander marched up to Saladin's tomb in the Great Mosque and cried: 'Nous revenons, Saladin!' (7)

گویا ۱۹۱۷ء میں یورپ کے عیسائی اتحادیوں کے نزدیک صلیبی جنگوں کی شکست کے زخم اب تک تازہ تھے۔

یہی نہیں امریکہ کے صدر بش نے ۱۱ر ستمبر کے حادثے کے بعد پہلی تقریر میں انتہائی غم و غصے کے عالم میں صلیبی فدائیوں کو یاد کیا۔ بعد میں اُنہوں نے کہا کہ کسی مسلمان کی دہشت گردی کا تعلق اسلام سے نہیں ہے۔ کیرن نے یہ واقعات درج کر کے یورپ کو ماضی کے خول سے نکل آنے کی دعوت دی ہے۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے اہلِ مغرب کو مسلمانوں کے ساتھ یگانگت کی دعوت دی ہے، یہ وہی دعوت ہے جو حضور ﷺ نے اپنی تبلیغ، صلح حدیبیہ کے معاہدے اور فتحِ مکہ کے موقع پر دی۔ منشورِ مدینہ میں مسلمان، یہودی اور مشرکین سے مل جل کر رہنے کا جو راستہ حضور ﷺ نے دکھایا، آج اہلِ مغرب اُسے

اپنا کر Secularism قرار دے رہے ہیں۔ اہل علم کو دیکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ کا نام لئے بغیر آپ کی تعلیمات پر عمل اہلِ یورپ نے کیا۔ آپ کے ان کارناموں کا مطالعہ اہل مغرب کے اہل علم کے لیے لازمی ہے، تا کہ اسلام اور مسلمانوں کی بنی نوع انسان کی رہنمائی واضح ہو سکے۔

کتاب کے تعارف میں کیرن آرم اسٹرانگ نے بجا طور پر اسلام کو ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے کا ایک مذہب قرار دیا اور خوشی کا اظہار کیا کہ یہودی مصنف کی کتاب عیسائیوں میں پڑھی جا رہی ہے اس طرح عیسائیوں کا مخالف سامی نسل رویہ تبدیل ہو رہا ہے۔ البتہ ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے کا ایک مذہب اسلام اس اتحاد سے الگ ہے۔ اس کے مقابل لوگ زین یا تاؤ بدھ ازم کی طرف مائل ہو رہے ہیں مگر قدیم نفرتیں جاری ہیں بحر اوقیانوس کے دونوں طرف کے لوگ اسلام کے بارے میں نہیں جانتے بلکہ اس کے مخالف ہیں۔

> People who are beginning to find inspiration in Xen or Taoism are usually not nearly so eager to look kindly upon Islam, even though it is the third religion of Abraham and more in tune with our own Judaic-Christian tradition.
>
> But the old hatred of Islam continues to flourish on both sides of the Atlantic and people have few scruples about attacking this religion, even if they know little about it. (8)

کیرن کا اسلام کو ابراہیمی سلسلے کا دین ماننا ہی تینوں فریقوں کو حضرت ابراہیم کی تعلیمات پر متفق کر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم کا ایک سلسلہ حضرت موسیٰ تک آیا یہ بنی اسرائیل ہیں، اس ہی سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔

اس سلسلے کا دوسرا حصہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چلا۔ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں اور عرب میں ان کی علاقہ وارر ہائشوں کا مکمل تذکرہ ہے۔ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے قیدار کی حکومت کو عرب کہا گیا ہے۔ (۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکے میں خانۂ کعبہ بنایا اور حج کا اعلان کیا، یہ توحید کا مذہب تھا۔ یہ تذکرہ بنی اسرائیل کی تورات میں نہیں ہے یہ صرف بنی اسماعیل کی عرب روایات میں موجود ہے۔ بعد میں حضور ﷺ تشریف لائے اور قرآن میں وضاحت سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تورات وانجیل میں واضح طور پر بیانات موجود ہیں۔

پھر اسلام نے تمام انبیائے ماسبق پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ فرمایا:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۙ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ O (۱۰)

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا، اُس پر ایمان لائے اور جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، اسحاق، یعقوب (اسرائیل) اور اس کی اولاد پر نازل ہوا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے دوسرے انبیاء کو دیا گیا سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔

اس طرح مسلمانوں نے اپنے ایمان میں انبیا کو جمع کر کے ان کی اقوام کو خود میں ضم ہو جانے کی دعوت دی، یوں اسلام ابراہیمی طریقے کا واحد دین ہے جو بنی اسرائیل کے دونوں حصے یہود و عیسائیت کو خود میں ضم کرسکتا ہے۔ اس وحدت انسانیت کی راہ میں سب سے پہلے یہودی رکاوٹ بنے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ دوسری رکاوٹ عیسائی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کا انکار کیا۔ اور اپنی تورات و انجیل میں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے فرامین کو جھٹلایا اور تسلیم نہ کیا۔ اس بیان کی باقی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔

کتاب کے باب اول میں کیرن آرم اسٹرانگ نے عنوان قائم کیا ہے:

"Muhammad-The Enemy"۔ (عیسائیوں کا) دشمن، محمد (ﷺ)

اسلام کے سیاسی غلبے اور عوام کے قبولِ اسلام سے گھبرا کر عیسائی علما نے اپنے لوگوں کو قبولِ اسلام سے بچانے کے لئے اسلام اور محمد ﷺ کا ایسا نقشہ پیش کیا جس میں تلواروں کے زور پر اشاعتِ مذہب ہے۔ انہوں نے اپنی شکست کا سبب اسلام کی تلواروں کو قرار دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے متعلق جھوٹی من گھڑت کہانیاں، عیسائیت کی تاریخ میں اسلام پر حملے، رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیوں پر مشتمل مضامین پوری عیسائی دنیا میں پھیلا دیئے تاکہ اپنے عوام کو اسلام سے متنفر کر کے قبولِ اسلام سے روکا جائے۔ چنانچہ منٹگمری واٹ کہتا ہے کہ اسلام کے متعلق بارھویں صدی میں قائم ہونے والے یورپ کے غلط تصورات آج بھی قائم ہیں۔ (۱۱)

کیرن آرم اسٹرانگ نے اپنے جائزے میں بتایا ہے کہ فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کے زمانے میں مختلف عیسائی فرقے آپس میں مل کر نہیں رہ سکتے تھے یہ بادشاہ لوئی نہم یہودی اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔

درحقیقت مسلمانوں اور عیسائی مغرب کے تلخ تاریخی تعلقات کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ عیسائیوں کی جانب سے محمد رسول اللہ ﷺ پر حملوں اور گستاخیوں کی وجہ سے مسلم اسپین سے شروع ہوئے۔

Indeed, the bitter history of Muslim-Western relations can be said to have begun with an attack on Muhammad in Muslim Spain. (12)

اسپین میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تحریک کا بانی الوارو (Alvaro) کہتا ہے:

The Christians love to read the poems and romances of the Arab; they study the Arab theologians and philosophers, not to refute them but to form a correct and elegant Arabic. Where the layman who now reads the Latin commentaries on the Holy Scriptures, or who studies the Gospels, prophets or apostles? Alas! All talented young Christians read and study with enthusiasm the Arab Book. (13)

اسپین میں عیسائی عرب شاعری اور کہانیاں پڑھتے، عرب دینیات کے علما اور فلسفیوں کو پڑھتے، اُن کو رد کرنے کے لئے نہیں بلکہ عربی زبان درست سیکھنے کے لئے، وہ عوام کہاں ہیں جو لاطینی میں تورات کی کتاب پڑھتے ہوں یا اناجیل کا مطالعہ کرتے ہوں۔ افسوس تمام باصلاحیت عیسائی نوجوان عرب کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ان حالات میں اسپین کے عیسائیوں میں یہ تحریک چلی کہ مسلمانوں کے پیغمبر کی شان میں گستاخی کر کے سزا میں قتل ہوکر شہید کہلائیں۔ اور ایسے شہیدوں کے جنازے بڑی شان وشوکت سے نکلے۔ اس تحریک کے لیڈر ایولوگیو اور الوارو تھے۔ انہوں نے انجیل میں موجود تھیسلونین کے نام سے دوسرے خط کی عبارت پر انحصار کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ مسیح کی آمد ثانی اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ارتداد واقع نہ ہو۔ ایک باغی اپنی حکومت یروشلم کے ہیکل میں قائم کرے گا، اور بہت سے عیسائیوں کو گمراہ کرے گا نیز اس کے نام کے عدد ۶۶۶ ہوں گے۔ اس پیشین گوئی کے وقوعے کے بارے میں ڈاکٹر ہنری اسٹو بے رقم طراز ہیں:

اور جنرل ٹائیٹس نے جب شہر اور ہیکل کو تباہ کیا، تو یہودیوں میں بار خوشیا نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہودیوں کے سب سے بڑے عالم ربی عقیبہ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ٹائیٹس نے دوبارہ یروشلم فتح کیا۔ اور وہاں اپنے بتوں کے مندر بنائے۔ یہ مکاشفے میں بیان ہونے والا درندہ تھا۔ اور ارتداد اس لئے کہا کہ بار خوشیا نے خود کو مسیح کی آمد ثانی

قرار دیا تھا، یہ پیش گوئی حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں کی یروشلم کی فتح پر چسپاں نہیں ہوسکتی، کیوں کہ اس زمانے میں یروشلم کے ہیکل کو جسے ٹائیٹس نے تباہ کیا تھا عیسائیوں نے اسے شہر بھر کے کچرے اور گندگی کا ڈھیر بنا دیا تھا، اس لئے پیشین گوئی کا درندہ بھی وہی تھا۔

But about fifty years after the destruction of their City and Government under Titus, there arose another Messiah among the Jews who stiled himself Benchocab, or the son of the star, to whom the famous Rabbi Akibba joyned himself, and saluted him as the King Messiah.

After this Adrian marched with his victorious Army to Alexandria, there he put to death an infinite number of Jews, the slaughter of them everywhere was so great that the Jewish relations thereof are scarcely to be believed. He entirely destroyed the City and Temple of Jerusalem, and built in the place a new city called after his own name Aelia, and Temple dedicated to Jupiter and other Heathen Temples in other parts of their Country, everywhere pulling down and destroying their synagogues. (14)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے تورات وانجیل میں مذکور آخری نبی کا عقیدہ تھا جس کی وجہ سے یہودی اور عیسائی ایمان لا رہے تھے۔ اس عقیدے کے خلاف اسی لئے مذکورہ بالا تاویلات سے عیسائیوں کے علما نے کام لیا۔ اور ٦٦٦ کا عدد اسلام پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔

ڈاکٹر ہنری اسٹوبے نے ٦٦٦ کے ہندسے کو اسلام پر چسپاں کرنے کی تردید کی۔ جبکہ کیرن نے اسے تسلیم کیا لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں دی۔ ڈاکٹر اسٹوبے نے اسے محض گھڑنت قرار دیا کہ کسی کے نام کے ہجے غلط لکھ کر ٦٦٦ کا عدد حاصل کیا جائے۔

Is it not mere folly to spell a Man's name wrong, and then imagine misteries in it? (15)

کیرن نے لکھا ہے کہ ان عیسائیوں کے پاس عیسائی پادریوں کی کتاب بھی تھی۔ کیرن آرم اسٹرانگ نے حضور ﷺ کے بارے میں تورات وانجیل میں موجود پیشین گوئیوں کی تردید میں ولیم میور کی راہ اختیار کی ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

بعض عرب عیسائیوں نے جن کا شاہی چرچ سے تعلق تھا، انجیل کے ایک ٹکڑے کا اس طرح ترجمہ کیا جس سے ظاہر ہوا کہ وہ محمد (ﷺ) کے پیغام کے منتظر تھے۔ مسیح نے اپنے شاگردوں

سے کہا تھا کہ اُن کے بعد وہ ایک تسلی دہندہ بھیجیں گے جو اُن کو ہر بات یاد دلائے گا۔ (۱۵)

ولیم میور کی طرح کیرن نے بھی انجیل و تورات کی زیرِ بحث عبارتوں کے الفاظ درج نہیں کئے۔ اپنا اخذ کردہ غلط مطلب درج کر دیا۔ یوحنا کی انجیل کے الفاظ ہم نے اس ترجمے سے اخذ کئے ہیں جو انگلستان کے بادشاہ جیمس کے دورِ حکومت میں کئی عیسائی عالموں نے عبرانی، لاطینی و یونانی اناجیل کو سامنے رکھ کر کیا۔ یہ شاہ جیمس کا مستند ترجمہ کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر ہنری اسٹوبے نے اپنی کتاب کے ص ۱۶۲ پر تورات کتاب استثنا کی عبارت انگریزی میں درج کی ہے اور ص ۱۶۳ پر انجیل کی عبارت انگریزی میں درج کی ہے۔ ہم بھی شاہ جیمس کے دورِ حکومت میں مستند انگریزی ترجمے سے تورات اور انجیل کی عبارت درج کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وفات سے پہلے اپنی قوم کو وصیتیں کیں اور دعائیں دیں۔

And this is the blessing, where with Moses the man of God blessed the children of Israel before his death. And he said, the Lord Came form Sinai,
And rose from Seir unto them, he shined Forth from Paran, and he come with ten thousands of saints, from his right hand went a fiery law for them, (16)

۱۔ یہ وہ برکت اور دعا ہے جو حضرت موسیٰ مردِ خدا نے اپنی موت سے پہلے بنی اسرائیل کو دی۔

۲۔ اور اس نے کہا، خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، وہ فاران پر اپنے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا، اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لئے آتشی شریعت ہے۔

اسی تسلسل میں حضرت عیسیٰ نے فرمایا:

Nevertheless I tell you the truth. It is expedient for you that I go away, for if I am not away, the comforter will not come, unto you, but if I depart, I will send (17)
However when he, the Spirit of truth, is come, he will guide you into truth, for he shall not Speak of himself, but whatsoever he shall hear, that shall he Speak, and he will show you things to come. (18)
He shall glorify me for he shall receive of mine and shall show it into you. (19)

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیوں کہ اگر میں نہ

جاؤں تو وہ تسلی دہندہ تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ لیکن جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میری عظمت ظاہر کرے گا، کیوں کہ مجھ سے حاصل کر کے تم کو سنائے گا۔

اگر ان پیشین گوئیوں میں صداقت نہ ہوتی تو منٹگمری واٹ جیسا اسلام کا مخالف، مسلمانوں کو یہ مشورہ نہ دیتا کہ مسلمان آخری نبی کا تصور ترک کر دیں۔

He Calls on Muslims......to abandon their exclusivism......reinterpret their conception of the finality of Islam and of Muhammad being the last prophet'. (20)

مسلمان تو تورات وانجیل کی پیشین گوئیوں کی صداقت کے قائل ہیں۔ یہودی اور عیسائی اپنی ان کتابوں کو جھٹلا رہے ہیں جن پر اُن کا ایمان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی بشارات مذہب عالم کی کتب میں موجود ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، جناب زرتشت ہندوستان کے ویدوں اور پرانوں کے رشی اور مہاتما بدھ سب نے آخری نبی کے ظہور کی بشارات دیں ہیں، یہ بزرگ خود کو آخری نبی نہیں سمجھتے تھے اس سے واضح ہوا کہ نبی کرم ﷺ کا آخری نبی ہونا یعنی ختم نبوت کا مذاہب عالم کا متفقہ عقیدہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت ساری دنیا کی اقوام کا متفقہ مذہب ہے۔ کیوں کہ یہودی، عیسائی، زرتشتی، ہندو اور بدھ مذہب کی کتابیں نبیٔ کریم ﷺ کی آمد پر متفق اللسان ہیں۔ (۲۱) کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے:

Even though Muhammad had lived after Christ, when there was no need for a further revelation. (22)

اگر چہ محمد ﷺ مسیح علیہ السلام کے بعد آئے ہیں جبکہ اُس وقت کسی نئی وحی کی ضرورت نہ تھی۔

یہود کے بارے میں انھوں نے کہا:

They had ben expecting a Messiah but believed that the era of prophecy was now over. (23)

یہود ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے لیکن اُن کا یقین تھا کہ پیشین گوئی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ (اب کسی آنے والے کی ضرورت نہیں)۔

کیرن اپنی کتاب Holy War میں لکھتی ہیں:

The Jews had recently been expecting a prophet, who had been promised in their Scriptures (Deuteronomy 18:18), to lead them to new power (24)

یہودی گزشتہ زمانے میں ایک پیغمبر کا انتظار کر رہے تھے جس کا وعدہ کتاب استثنا ۱۸:۱۸ میں کیا گیا تھا۔

اپنی کتاب محمد ﷺ میں کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے:

Jesus had promised to send his disciples his Spirit. (25)

حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کہ میں اپنی روح اپنے شاگردوں کے لیے بھیجوں گا۔

کیرن نے انجیل کے الفاظ نہیں لکھے۔ انجیل میں لفظ روح حق ہے۔ بحث یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ارشادات کو یہودی اور عیسائی منسوخ یا رد کر سکتے ہیں؟ اگر یہ ممکن ہے تو ان دونوں کتابوں میں ایسی ہی عبارتیں آج تک کیوں محفوظ چلی آ رہی ہیں؟

آں حضرت ﷺ کی سوانح حیات لکھتے ہوئے کیرن آرم اسٹرانگ کو اس سلسلے میں مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ اور عقیدہ بھی بیان کرنا چاہیے تھا۔ تاکہ اُن کی غیر جانبداری کا تاثر قائم رہتا۔ افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

کیرن آرم اسٹرانگ سیرت النبی کے سلسلے میں قرآنِ پاک کو اصل حوالہ قرار دیتی ہیں، لیکن انہوں نے قرآن کریم کے ارشاد اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (۲۶) سے استفادہ نہیں کیا۔ پھر اس ارشادِ الٰہی کے مطابق آج تک تورات و انجیل میں وہ عبارتیں موجود ہیں جن کا اطلاق نبی کریم ﷺ پر ہی ہوتا ہے۔

ایک مقام پر کیرن قرآن کی تدوین کا تذکرہ کرتی ہوئی کہتی ہیں:

When the first official Compilation of the Qu'ran was made in about 650, some twenty years after Muhammad's death. (27)

یہ بصورتِ کتاب محمد ﷺ کی حیاتِ پاک کے بیس برس بعد جمع ہوا۔

اگلے صفحے پر اُن کا بیان ہے کہ قرآن حکیم کی ابتدائی سورتوں میں محمد ﷺ کی اُن کوششوں کا تذکرہ ہے جب اُن کا مذہب ابتدائی فرقے کی مانند تھا۔ اور کامیابی کے بعد یہ معاملات بھلا دیئے جاتے۔ اس لئے ہم محمد ﷺ کے ہم عصر حالات اور کارگزاریوں کو قرآنِ کریم میں پاتے ہیں اور یہ مذاہب کی تاریخ میں ایک بے مثال کتاب ہے۔

The earliest parts of the Qu'ran refer to the special problems that Muhammad encountered while his religion was still a struggling little sect and that these would have been forgotten later, when Islam was an established and triumphant religion. In the Qu'ran, therefore, we have a contemporaneous commentary on Muhammad's career that is unique in the history of religion. (28)

حضور ﷺ کی حیاتِ پاک میں قرآن جمع کرنے والے صحابہؓ کا تذکرہ بخاری اور طبقات ابنِ سعد میں موجود ہے۔ قرآنِ کریم نے کئی مرتبہ خود کو کتاب کہا ہے۔ محمد ﷺ نے فرمایا:

خلفت فیکم الشیئین لن تضلوا بعد هما، کتاب الله و سنتی ۔(۲۹)

میں تم میں دو چیزیں قرآنِ پاک اور اپنی سنت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

آپ کے ان ارشادات کے بعد یہ سمجھنا کہ آپ ﷺ کی حیات میں قرآن جمع نہیں ہوا، غلط بات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ نے ترکے میں کیا چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا!

قال ما ترک الا مابین الدفتین (۳۰)

صرف دو جلدوں کے درمیان (اللہ کی کتاب)۔

حضور ﷺ مدینے تشریف لائے تو وہاں کی نازل شدہ سورتوں کا صندوق مسجدِ نبوی میں رکھوا دیا تھا کہ انصار اس کی نقل کر لیں، نقول مکمل ہونے کے بعد یہ ماسٹر کاپی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہی۔ اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت حفصہؓ کے پاس رہی۔ یہ دونوں اُمہات المومنین لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ قوم نے نیا نیا لکھنا سیکھا تھا، اس لئے ہر ایک نے انفرادی طور پر اپنا نسخہ بنایا اور تحریر میں ایک دوسرے سے فرق پیدا، اس پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہی ماسٹر کاپی منگوائی اور اس کے سات نسخے نقل کروا کر صوبوں اور مرکز میں رکھوائے تا کہ لوگ اپنے اپنے مصحف کو درست کر لیں۔ یہ ماسٹر کاپی کی ترتیب نبی کریم ﷺ نے اپنے کاتبوں سے خود لکھوائی۔ کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتب کو حکم دیتے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھو۔ بہر حال کتابت میں مکمل مرتب و مدون ماسٹر کاپی حضور ﷺ نے چھوڑی۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اور ان سب کوششوں کے ساتھ حفظِ قرآن کا طریقہ تو مذاہب میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ صرف اسلام کی خاصیت ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا مرتب اور مدوّن کردہ نسخہ

ہزاروں آدمیوں کو حفظ ہوگیا، اس طرح قرآن کریم سفینوں کے ساتھ سینوں میں بھی محفوظ ہوگیا۔ مذاہب عالم کی کتب میں حفاظت کی یہ لازمی صفت مفقود ہے یہ صرف اور صرف اسلام اور قرآن کی خصوصیت ہے۔

- کیرن آرم اسٹرانگ نے کتاب کے باب سوم میں ایک سے زیادہ مرتبہ خانۂ کعبہ کے بت پرستی کا مرکز ہونے اور ملک بھر کے عربوں کے اس کی زیارت کو آنے اور نتیجے میں تجارت کی توسیع کا تذکرہ کیا ہے، جو درست نہیں ہے۔ یہ بت خانہ نہیں تھا۔ سیرت النبی کی تمام کتب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادئ مکہ میں آنا، اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانۂ کعبہ کی تعمیر کرنے اور پھر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہاں چھوڑ جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

خانۂ کعبہ کے اطراف آباد ہونے والا قبیلہ خزاعہ مکے کے اقتدار پر قابض تھا۔ یہ بنو جرہم کے بعد کی بات ہے۔ اس کے سردار عمرو ابن لحی نے شام کے علاقے سے ہبل اور دوسرے بت درآمد کئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرست ذریات میں بت پرستی درآمد کی۔ اس لئے بت پرستی کا تعلق ہمیشہ سے جوڑنا لایعنی بات ہے۔ بتوں کے شام سے درآمد ہونے کا کیرن بھی تذکرہ کرتی ہیں۔

> Hubal, a deity who had bee imported into Arabia from the kingdom of the Nabateans in what is now Jordan. (31)

اسلام نے اس بت پرستی کے دور کو جاہلیت قرار دیا۔ ہمارے خیال میں کسی مغربی سیرت نگار کا سیرت کی کتب میں مذکورہ حضرت ابراہیم، اسماعیل و ہاجرہ علیہم السلام کا خانۂ کعبہ کی تعمیر کے لئے اعلان اور پھر صدیوں سے سارے ملک عرب کا حج کے ایام میں مکے میں بالالتزام آنے وغیرہ امور کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد خانۂ کعبہ کو صرف بت خانہ کہہ کر گزر جانا درست رویہ نہیں ہے۔ کیرن آرم اسٹرانگ سیرت ابن اسحاق وطبری و ابن سعد کا حوالہ دیتی ہیں ان تمام کتب میں یہ مذکور ہے کہ مکے کی مرکزیت وتجارت کی بنیاد حضرت اسماعیل علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام کے خانۂ کعبہ کی تعمیر سے پڑی ہے اور کیرن نے بھی (۳۲) اسلام کو ابراہیمی سلسلے کے تین مذاہب میں سے ایک تسلیم کیا ہے۔ لات، منات اور عزیٰ کے بت مقامی قبیلوں کے تھے۔ ان کے لئے سارے ملک عرب کے زائرین کے آنے کا پتا نہیں چلتا۔ یہ مرکزیت صرف خانۂ کعبہ کو حاصل تھی۔ اور ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے تین ماہ حج اور رجب عمرے کے لیے مختص ایام تھے اور ان ایام میں جنگ حرام تھی۔ اور ملک بھر میں اس کی پابندی کی جاتی تھی۔ حرب الفجار انہی حرمت والے مہینوں میں لڑی گئی اس لئے فاجر جنگ کہلائی۔ گویا چار مہینوں کی پابندی نہ کرنے کو عرب

سخت برا خیال کرتے تھے۔

عرب جاہلیت کی بت پرستی پر کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے کہ عربوں میں بت پرستی تو تھی لیکن ان کا کوئی علم الاصنام نہیں تھا۔ اور یونانیوں، مصریوں، ہندوؤں اور دوسری بت پرست اقوام کے بتوں کے پورے خاندان، دیوی دیوتاؤں کے گھرانے، ان میں محبت ونفرت و جنگ کے واقعات عربوں میں نہیں تھے۔

The Arabs had developed no mythology to explain the symbolic importance of these divine beings, ... so people did not worship them in their own homes as the Greeks and Romans had worshipped their gods and goddesses. (33)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بت پرستی عرب کی سرزمین میں پیدا نہیں ہوئی، باہر سے بطور فیشن لی گئی، جیسا آج کل یونانی دیوتاؤں کے جنگی مسابقتوں پر مبنی کھیلوں کی مناسبت سے جو اس اولمپیا میں ہوتے تھے، اولمپیا پہاڑی کے دیوتاؤں کے نام پر اولمپک کھیل ساری دنیا میں منائے جارہے ہیں لیکن اب کوئی ان دیوتاؤں کی پوجا نہیں کرتا۔

چنانچہ عربون کی روایات میں یہ ہے کہ ایک قبیلے کا بت اناج سے بنا ہوا تھا۔ قحط سالی کے موقع پر وہ اس کو توڑ کر کھا گئے۔ ایسے ہی جہاں لکڑی کے بت تھے وہاں مسافر سردی وغیرہ کے زمانے میں راتوں کو چپکے سے اپنے چولہوں کا ایندھن ان بتوں سے فراہم کر لیتے تھے۔ (۳۴)

کیرن آرم اسٹرنگ نے عربوں کے نظام مروّہ کے تذکرہ کیا اور یہ مطلب بیان کیا کہ اس سے مراد ہے مصائب میں تحمل برداشت، جنگ میں بہادری قبیلے کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیاری، طاقتوروں کے مقابلے میں قبیلے کی کمزوروں کی حفاظت۔

Muruwah meant courae in battle, patience and endurance in suffering, and a dedication to the chivalrous duties of avenging wrong done to the tribe, protecting its weaker members and defying the strong. (35)

آگے کیرن کہتی ہے کہ اگر چہ یہ سخت نظام تھا تاہم عربوں کے لئے باعث تقویت تھا اور اس کے کچھ حصے اسلام میں اہم اقدار کی طرح موجود ہیں۔

Brutalas it undoubtedly was, muruwah had many strengths and some of these would become important values in Islam. (36)

جاہلیت کے بعد اسلام کے آنے سے لوگوں کے اندازِ فکر، طرزِ عمل، ایمان وعقائد، اخلاقیات، معاشیات، سیاسیات کے میدان میں ہر فرد میں جو تبدیلی آئی وہ سب محض مروّۃ سے ناممکن تھی، پھر مروّہ کا حیاتِ انسان کے مسائل سے کیا واسطہ؟

جاہلیت کے تذکرے میں جن سیرت نگاروں کو بطورِ حوالے کیرنگ آرم اسٹرانگ نے پیش کیا ہے ان چاروں بنیادی سیرت نگاروں کی کتابوں میں مرّوہ ایک قانونی یا اخلاقی نظام کے طور پر تذکرے میں نہیں آتا۔ شعر وادب کی کتابوں میں آتا ہے۔ مروہ کا اسلامی اخلاقی اقدار پر اثر بڑے دور کی کوڑی ہے۔ یہ بات تاریخی شواہد سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

نبیٔ کریم ﷺ پر وحیٔ الٰہی کے نزول کے بارے میں کیرن آرم اسٹرانگ بجا طور پر آپ کی وحی کو انبیائے بنی اسرائیل کی وحی کے مماثل قرار دیتی ہیں اور نزولِ وحی کے وقت کی کیفیات کو بھی مماثل قرار دیتی ہیں۔

> The Hebrew prophets had also cried out against the vision of holiness, fearing that they were close to death. (37)

کتاب میں لکھا ہے کہ قرآن نے انبیائے سابق کی وحی کو منسوخ نہیں کیا، سب یکساں تھے اور ہیں۔

> The Qu'ran never claimed to cancel out previous revelations, but in principle one cult, one tradition, one scripture was as good as another. (38)

البتہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک وحیٔ الٰہی کا تسلسل درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم حضور ﷺ سے پہلے ہر نبی کا دائرۂ تبلیغ صرف اپنی اپنی قوم تک تھا۔ قدیم زمانے میں ذرائع آمدورفت کی کمی کی وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ سارے انسانوں کے لئے ایک ہدایت آئے۔ چنانچہ قومی انبیا کا سلسلہ حضرت عیسیٰ تک چلا۔ نبیٔ اکرم ﷺ ساری دنیائے انسانیت کے لئے تشریف لائے۔ دوسری طرف مختلف اقوام اپنے نبی کی وحی پر مبنی ہدایات کو محفوظ نہ رکھ سکیں۔ اس لئے آخری نبی اس دوران تشریف لائے جب دنیا کی اقوام ایک دوسرے سے واقف ہو چکی تھیں۔ اب قومی انبیا کے بجائے پورے کرۂ ارض پر ایک نبی، ایک مذہب، ایک نظام چاہئے تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کافۃ للناس (۳۹) بنا کر بھیجے گئے۔ یہودیوں نے توحیدِ الٰہی کو صرف یہودیوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے، عیسائی تین خدا کے قائل ہیں، اس صورتِ حال میں توحیدِ الٰہی اور وحدتِ انسانیت سوائے اسلام کے قائم ہونا ناممکن ہے۔ پھر اسلام کی تعلیمات میں تمام انبیائے کرام کی تعلیمات جمع کر دی گئیں۔ اس لئے ہر مسلمان تمام انبیا پر ایمان رکھتا ہے۔

قرآنِ پاک نے نبیٔ اکرم ﷺ کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی قرار دیا۔ (۴۰) تورات میں موسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی نہیں کہا بلکہ آپ کے بعد فاران سے دس ہزار افراد کے ساتھ آنے والے آخری نبی کی بات ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے خود اپنے بعد ایک نجات دہندہ، تسلی دہندہ آنے کی بات کی ہے اور خود کو آخری نبی نہیں کہا ہے۔ یہ اعلان صرف نبیٔ کریم ﷺ کے لئے قرآنِ پاک میں ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے بعد آج تک کسی نے وحیٔ الٰہی، نبوت اور اللہ کی طرف سے کتاب اور ایک نبی کے نازل ہونے کی کوئی بات نہیں کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح طور پر صرف بنی اسرائیل کے لئے آئے۔ تورات میں بنی اسرائیل کے لئے نبوت اور دوسرے انبیا کی وحی میں بنی اسرائیل ہی مخاطب ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں۔ نبیٔ کریم ﷺ کی مخاطبت میں از روئے قرآن **یا ایھا الناس ان رسول اللّٰہ الیکم جمیعا** (۴۱) فرمایا۔ ان وجوہات کی بنا پر کیرن آرم اسٹرانگ کا یہ کہنا کہ ''لیکن اللہ نے آخر میں قریش کی طرف نبی بھیجا، (۴۲) درست نہیں ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تبلیغ کی ابتدا قریش مکہ سے کی۔ اسی طرح کیرن کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے پہلی وحیٔ الٰہی کے بارے میں اپنے تاثرات پر اور ماضی کے بارے میں ورقہ بن نوفل کی تفہیم مان لی اور آپ کو قریش کی طرف نبی کہا جاتا تھا۔ یہ بھی درست نہیں۔ آگے چل کر کیرن رسول اللہ ﷺ کو صرف عربوں کا نبی قرار دیتی ہیں، یہ بھی آپ کے منصب سے کم تر لقب ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ کی ابتدا اپنے گھر سے کی تو کیا کیرن حضور ﷺ کو صرف اپنے گھر والوں کے لئے نبی قرار دے سکتی ہیں؟

فرشتہ الٰہی کی آمد اور پہلی وحی کی کیفیات کا احوال بیان کرتے ہوئے کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے کہ آپ (ﷺ) کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کا جسم کانپ رہا تھا۔ آپ (ﷺ) حضرت خدیجہؓ کی گود میں کود گئے، مجھے ڈھانپ لو، مجھے ڈھانپ لو۔ آپ (ﷺ) نے اُن سے درخواست کرتے ہوئے کہا کہ اس خوفناک ظہور سے آپ کے لئے آڑ لینی چاہئے۔ یہاں کیرن نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

> Crawling on his hands and knees, the whole upper part of his body shaking convulsively, Muhammad flung himeslf into her lop. 'Cover me! cover me!' he cried, begging her to shield him from this terrifying presence. (43)

یہی عبارت کیرن نے اپنی کتاب ''خدا کی تاریخ'' میں لکھی ہے۔ یہاں حوالہ گلیوم کی سیرت ابن

اسحاق کا ہے۔(۴۴)

کیرن نے اپنی کتاب Holy War میں بھی یہی واقعہ راڈنسن کے حوالے سے لکھا ہے۔

"I was standing" he is reported to have said, "but i fell on my knees and dragged myself along while the upper part of my chest was trembling. I went in to Khadija and said, "Cover me! Cover me!" until the terror left me. (45)

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ابتدائی صفحات میں کیرن نے سیرت ابن اسحاق، واقدی اور طبری کو منٹگمری واٹ کی طرح سیرت کی بنیادی کتابیں اور قرآنِ کریم کو بنیادی حوالہ تسلیم کیا ہے، تو کیرن کی مذکورہ بالا عبارت ان کتبِ سیرت میں سے کس عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ چونکہ گلیوم نے سیرت ابن ہشام کی عن ابن اسحاق کی تمام روایات کو جمع کرکے سیرت ابن اسحاق کے نام سے ترجمہ کر دیا۔ اس لئے مذکورہ بالا عبارت کی اصل عربی تحریر ابن ہشام میں ہونی چاہئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ کیرن کے سامنے دو انگریزی سیرت نگار منٹگمری واٹ اور راڈنسن ہیں۔ ان میں سے راڈنسن گلیوم کے ترجمے کو غلطیوں سے بھرا ہوا قرار دیتا ہے۔ اور اولین وحی کی کیفیت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

> محمد (ﷺ) نے آواز سنی کہ تم خدا کے رسول ہو۔ آپ فرماتے ہیں (بروایت عائشہؓ) میں کھڑا ہوا تھا لیکن میں گھٹنوں کے بل گر گیا اور اپنے اوپری جسم کے ساتھ گھسٹنے لگا جو کانپ رہا تھا۔ میں حضرت خدیجہؓ کے پاس گیا اور کہا مجھے ڈھانپ دو۔ یہاں تک کہ یہ خوف ختم ہوا۔

I was standing, Muhammad is reported to have said, 'But I fell on my knees and dragged myself along while the upper part of my chest was trembling. I went in to Khadija and said "Cover me, cover me!" until the terror had left me. (46)

راڈنسن اور گلیوم کے ترجموں میں واضح فرق ہے۔

عیسائی یورپین مصنفین کے ترجموں میں دھاندلی ہونے کے پردے اُٹھتے جا رہے ہیں۔

راڈنسن الامــی کا ترجمہ بت پرست کرتا ہے۔ عربی نہ جاننے والے عیسائی یورپین تو اس کے اس انتہائی غلط ترجمے کو ہی مانیں گے حالانکہ قرآن کریم کا انگریز مترجم جارج سیل (Jeorge sale) قرآن کے اپنے انگریزی ترجمے میں امی کا مطلب Illiterate Prophet کرتا ہے،

Who shall follow the apostle, illiterate prophet, whom they

shall find written down with them in the law and the gospel: he will command them that which is just, and forbid them that which is evil: and will allow unto them as lawful the good things which were before forbidden, and prohibit those which are bad: and he will ease them of the heavy burden, and of the yokes which were upon them. And those who believe on him, and honour him, and assist him, ad follow the light which has heen sent down with him, shall be happy.

دوسرا مترجم قرآن جے ایم راڈویل (J.M Rodwell) اپنے ترجمہ قرآن میں امی کا ترجمہ Unlettered Prophet کرتا ہے

Shall find described with them in the law and Evangel. What is right will he enjoin them, and forbid them what is wrong, and will allow them heal thful viands and prohibit the impure. and will oase them of their burden. and of the yekes which were upon them, and those who shall believe in him, and strengthen him, and help him, and follow the light which hath been sent down with hi,m these are they with whom it shall be well.

لیکن راڈنسن نے اسے اختیار نہیں کیا۔ مگر اب عیسائی علماء کے غلط ترجموں کے خلاف خود یورپ میں آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ الفریڈ وان کریمر مغربی محققین پر الزام لگاتا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) کی تاریخ سے روشن خیال تنقید کا سلوک نہیں کرتے۔ وہ اُن پر الزام لگاتا ہے کہ وہ مفروضہ اصل حوالوں کی عدم دستیابی کے بہانے کر کے اصل حوالے کے مواد کو رد کرتے ہیں اور جدید مستشرقین کے مواد پر تکیہ کرتے ہیں یہ لوگ اصل عربی حوالوں کو رد کرتے ہیں۔ دراصل وان کریمر یہ کہتا ہے کہ مغرب میں محمد (ﷺ) کی سیرت پڑھنے والے بعد میں آنے والوں کی حیرت انگیز لکھی ہوئی کہانیوں کو عرب مصنفین کی سادہ اور تاریخی روایات پر فوقیت دیتے ہیں۔

Alfred Von Kramer accuses European scholars of no . . . . treating the history of Muhammad according to the principles of a sound enlightened criticism'. He accuses them of hiding behind supposed unavaliability of original source-material and so relying on Orientalist material of the modern age, discarding the ancient Arabic originals. Indeed, he says. in the West the reader on Muhammad ' . . .

prefers the wonderful tales of late compilers to the simple and manly style of an old Arabic chronicler'.(47)

قرآن پاک نے اَن پڑھ ہونے کی رُو سے عربوں کو الامیین فرمایا، اور عقائد کی رُو سے بت پرست ہونے کی وجہ سے ان کو مشرکین فرمایا ہے۔ راڈنسن نے دونوں کے ترجمے میں فاش غلطی کی ہے۔ راڈنسن نے لفظ حنیف کا غلط ترجمہ کیا۔ وہ اپنی کتاب محمد (ﷺ) کے صفحہ ۶۵ پر لکھتا ہے:

It may have been pride that made the Arabs adopt the name Hanif (Pagan or infidle).

عربوں نے فخر کے طور پر حنیف کا نام اختیار کیا (بت پرست یا کافر)۔

کیرن آرم اسٹرینگ نے سیرت ابن اسحاق کے حوالے سے مکے کے ان چار دین حنیف کے متلاشیوں کا حال لکھا ہے اور حنیفیت کو دینِ حنیف لکھا ہے۔ (۴۸)

قرآن پاک میں اسلام کو ملۃ ابراہیم حنیفہ فرمایا ہے۔ (۴۹) حضرت ابراہیم حنیف تھے ان کا دین حنیفیت کہلایا، اسلام اس دین حنیف کا تسلسل اور تکمیل ہے۔ اس حقیقت کے خلاف راڈنسن جیسے مستشرقین نے ان الفاظ کے غلط ترجمے شائع کر کے عیسائی دنیا کو گمراہ کیا ہے۔ ان کے گمراہ کن ترجموں کو کیرن نے تسلیم نہیں کیا، اور یہ درست سمت میں درست قدم ہے۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے اپنی کتاب کے چھٹے باب میں حضور ﷺ کی مکہ معظمہ کی زندگی پر لکھا ہے، اور اس کا عنوان رکھا ہے قصۂ غرانیق۔ (Satanic Verses) لیکن ایک کہانی پر مبنی ایک وقت کے تذکرے کو پورے باب کا عنوان بنانا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس باب کو حضور ﷺ کی ۱۳ سالہ مکی زندگی کے حوالے سے کوئی عنوان دیا جانا چاہئے تھا۔

قصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ خانۂ کعبہ میں مسلمانوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور آپ نماز میں سورۃ النجم تلاوت فرما رہے تھے۔ دوسری طرف کفار جمع تھے۔ وہ مسلمانوں پر آوازے کس رہے تھے۔ قرآن کریم نے کفار کی اس عادت کا تذکرہ کیا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (۵۰) کافر کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو اور جب وہ پڑھا جا رہا ہو تو شور کرو۔ چنانچہ والنجم کی آیت افَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى O وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى O (۵۱) کیا تم نے لات و عزیٰ اور تیسری منات کو دیکھا۔ اس آیت پر حضور ﷺ نے وقف فرمایا اور کفار کے مجمعے میں سے کسی نے بلند آواز سے کہا تلک غرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی یہ محترم ہستیاں ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی

ہے۔ یہ الفاظ مسلمانوں نے سنے نہ حضور ﷺ نے۔ حضور نے اس کے بعد آیت پڑھی اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی O تِلْکَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی O (۵۲) اور پھر آیت سجدہ پر نماز میں سجدۂ تلاوت فرمایا۔ کفار نے ایک کافر کی آواز میں جو قول سنا تو وہ سمجھے کہ حضور نے دیویوں کی تعریف کی ہے اس لئے وہ بھی اس سجدے میں شامل ہو گئے۔ بعد میں جب کفار کو معلوم ہوا کہ وہ الفاظ انہی میں سے کسی کے تھے تو وہ مزید مخالفت پر اُتر آئے۔ (۵۱) جب دو سو سال کے بعد روایات جمع ہونے لگیں تو جس نے حالتِ کفر میں یہ سنا تھا اُس نے یہ کہانی دہرائی اور لکھنے والوں نے لکھ لیا۔ حالانکہ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حضرت عمرؓ ایمان لائے اور خانۂ کعبہ میں مسلمان نماز ادا کرنے لگے۔

قصۂ غرانیق کی تردید میں مشہور محدث ناصر الدین البانی نے الگ رسالہ لکھا ''نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق'' اس میں انھوں نے لکھا:

وقد حکی موسیٰ بن عقبة فی مغازیه و ان المسلمین لم یسمعوها وانما القا الشیطٰن ذالک فی سماع المشرکین وقلوبهم (۵۲)

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں کہا ہے کہ مسلمانوں نے یہ الفاظ نہیں سنے اور شیطان نے صرف مشرکین کے کانوں اور دلوں میں یہ الفاظ ڈالے۔

یہ موسیٰ بن عقبہ مدنی متوفی ۱۴۱ھ ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہی میں قصہ غرانیق کو رد کر دیا گیا تھا۔

محدث البانی نے مزید لکھا کہ صحیح بخاری میں یہ روایت ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قراء سورة (النجم) وسجدوا وسجد فیها المسلمون والمشرکون والانس و الجن ولیس فیه حدیث الغرانیق (۵۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم تلاوت کی پھر سجدہ فرمایا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں، مشرکوں اور انس و جن نے سجدہ کیا۔ اس روایت میں قصہ غرانیق نہیں ہے۔

بہر حال بعد میں ابن العربی نے متوفی ۵۴۲ھ تفسیر احکام القرآن میں۔ قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ کتاب الشفاء میں امام رازی (م ۶۰۶ھ) نے اپنی تفسیر میں۔ قرطبی نے احکام القرآن میں۔ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ) نے عمدۃ القاری میں۔ شوکانی (۱۲۵۰ھ) نے فتح القدیر میں۔ علامہ آلوسی (م ۱۲۸۰ھ) نے روح المعانی میں۔ صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے اپنی تفسیر فتح البیان میں۔ محمد عبدہ المصری (م

۱۳۲۳ھ) نے گویا ہر دور میں علماء نے قصہ غرانیق کو رد کر دیا۔

بقول کیرن آرم اسٹرانگ مسلمان اس کہانی کو جعلی سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن میں مذکور نہیں۔ نہ بخاری و مسلم کی صحیح روایات میں۔ مسلمان کسی روایت کی تردید اس لیے نہیں کرتے کہ اس سے ان کے عقائد پر تنقید ہوسکتی ہے۔ بلکہ وہ اس روایت کی تردید کر دیتے ہیں جس کو ناکافی سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہو۔ اسلام کے مغربی دشمنوں نے بے شک اس روایت کو مضبوط تھاما، تاکہ وہ ثابت کر سکیں کہ محمد ﷺ توحید الٰہی اور بت پرستی میں مفاہمت چاہتے تھے۔ (نعوذ باللہ)

> We have to be clear here that many Muslims believe this story to be apocryphal. They point out that there is no clear reference to it in the Qu'ran, and most life, nor in the great collections of traditions (ahadith) about Muhammad which were compiled in the ninth centyry by Bukhari and Muslim. Muslims do not reject traditions simply because they could be interpreted critically, but because they are insufficiently attested. Western enemies of 'Islam', however, have seized upon it to illustrate Muhammad's manifest insincerity. (54)

کیرن نے کہا کہ قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ کوئی فانی انسان خدائی الفاظ تبدیل نہیں کرسکتا۔ اور اگر محمد ﷺ ایسا کرتے تو اس کے نتائج اُن کے حق میں مہلک ہوتے۔

> The Qu'ran makes it clear that no mere mortal can change the divine words and that if Muhammad ever took such and initiative the consequences would be fatal. (55)

چنانچہ کیرن نے تمام مستشرقین کے خلاف اس کہانی کی تردید کی اور کہا کہ اس ابتدائی دور میں محمد ﷺ کوئی سیاسی مفاد نہیں رکھ سکتے تھے کہ ان کی بت پرستوں سے مفاہمت ہو۔

> At this very early stage of his prophetic career, Muhammad was not interested in political power. (56)

اور بعد میں روایت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کفار سے مفاہمت اور دولت، عورت اور حکومت کی پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔

> ......and later the prophet would turn down similar deals with leading Quraysh without a second's thought. (57)

مستشرق کائتانی نے بھی اس کہانی کی تردید کی ہے۔ (۵۸)

کیرن آرم اسٹرانگ نے ولیم میور اور منٹگمری واٹ کے برخلاف قصہ غرانیق میں مسلمانوں کے نقطۂ

نگاہ اور اسلام کے مغربی دشمنوں کے نقطہ نگاہ میں فرق کو واضح کر دیا ہے، اور ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو اس کا حق ہے کہ وہ اپنی روایات کے بارے میں فیصلہ کریں کہ کون سی قابل قبول ہیں اور کون سی روایات نا قابل قبول ہیں۔ کیرن آرم اسٹرانگ کی غیر جانبداری قابل داد ہے۔ اگرچہ کہ کائتانی نے قصہ غرانیق کی مکمل تردید کی ہے، اور راڈنسن نے اسے نقل ہی نہیں کیا، کیرن آرم اسٹرانگ کے نزدیک سب سے بہتر حوالہ قرآن کریم ہے۔ اس لئے مسئلہ غرانیق میں قرآن کی رو سے ظفر قریشی نے بہترین توجیہ وتشریح کی ہے لکھتے ہیں کہ سورۂ والنجم میں معراج النبی ﷺ کا واضح تذکرہ ہے یعنی معراج واقع ہونے کے بعد اس کا یہ تذکرہ وحی الٰہی میں ہوا۔ اب چونکہ واقعہ معراج ۱۲ نبوی یا ۱۳ سن نبوی کا ہے تو سورۂ والنجم اس کے بعد نازل ہوئی اس لئے ۶ نبوی میں خانہ کعبہ میں حضور ﷺ کا نماز میں والنجم تلاوت کرنا ناممکن ہے اس لئے یہ سارا قصہ من گھڑت ہے۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے کہ مہاجرین حبشہ مکہ واپس اُس وقت آئے جب شعب بنی ہاشم کا محاصرہ ختم کرنے کا اعلان پانچ سردارانِ مکہ نے کیا۔ پانچ نبوی میں مہاجرین کی واپسی نہیں ہوئی بلکہ ۱۳ر نبوی کو واپسی ہوئی ہے۔ اس واپسی کو قصۂ غرانیق سے جوڑنا درست نہیں ہے۔

مدینہ ہجرت کے بعد اولین کام رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا کہ مسجدِ نبوی تعمیر کی۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں میں اُخوت کے قیام کے لئے آپ ﷺ نے مواخات قائم فرمائی، آپ نے ایک مہاجر اور ایک انصاری کو آپس میں بھائی بنا دیا۔ جو اُن کی جائیداد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ احکامِ وراثت کے نزول کے بعد ان مہاجر بھائیوں کی وراثت منسوخ ہوگئی۔

مدینے اور اس کے قرب وجوار کے مسلمان یہودی ومشرک قبائل کا ایک اتحاد اللہ کے نبی نے قائم کیا۔ اسے منشورِ مدینہ کہتے ہیں۔ کیرن نے لکھا ہے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں آنے والے مدنی انصار مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کی کہ ''ہم رسول اللہ کی بیعت اس بات پر کرتے ہیں کہ ہم اللہ میں کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، قتل اولاد نہیں کریں گے، پڑوسی سے دھوکہ نہیں کریں گے، اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں اطاعت کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو جنت ہماری ہوگی اور اگر ہم مذکورہ گناہوں میں سے کوئی گناہ کریں تو اللہ جیسا چاہے ہم کو سزا دے گا''۔ یہ دوسری بیعت خالص دینی تنظیم پر مبنی تھی۔ ان حاجیانِ مدینہ کے ساتھ حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو بھیجا۔ اُن کی کوششوں سے مدینے میں اسلام پھیل گیا اور اگلے سال حج میں

ستر مدنی مسلمان آئے اورانھوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے جس دستورِ مدینہ پر سب سے بیعت لی، اُس کی رو سے نبی کریم بے شک دینی رہبر تھے، بے شک یہ دستور آپ کی سیاسی تحریر تھی۔ یہ ایک اخلاقی دستور بھی تھا، نبی کریم اخلاقی رہبر تھے، یہ مثبت قانون تھا اور نبی کریم ﷺ قانون ساز تھے۔ اور آپ دستور ساز بھی تھے۔ اگر یہ دفاعی معاہدہ تھا تو آپ امن وسلامتی قائم کرنے والے تھے۔ یہ عالم گیر اُمت کے لئے دستور تھا اور آپ ہر قسم کی قومیت اور نسل سے بالاتر تھے۔ اگر یہ اقلیتوں کا محافظ تھا تو آپ ﷺ ایک مہربان صدرِ مملکت تھے، اگر یہ دھوکے بازی کے خلاف انتباہ تھا تو آپ ﷺ وفاداری کے حامل تھے، اور اگر یہ اللہ کی رحمت تھی تو آپ ﷺ اُس کے بندے اور رسول تھے۔

> If the Kitab/sahifah was a religious dictum, Muhammad was a theologian. if it was a political decree. he was a states man. if if was an ethical code, he was a moralist. if it was a positive law, hw was a law-giver. if it was a legislative ordinance, he was a constitutionalist. If it was a defence mechanism, he was a man of peasce. if it was a charter for a universal ummah, hewas above race and nationality. If it was a protection for the minorities, he was a benevolent Head of state. If it was a wraning against treachery, he was an upholder of fidelity. If it had the blessings of Allah, he was a devoted Abd and his Rasul. (59)

اس مدنی دستور کے متعلق کیرن لکھتی ہیں کہ ایک معاہدہ ترتیب دیا گیا جو خوش قسمتی سے آج تک محفوظ ہے۔ جس کی رو سے مدینے کے مہاجر وانصار، یہود اور مشرک سب ایک اُمت میں شامل ہو گئے۔

> A treaty was drawn up which, by a stroke of good fortune, has been preserved in the early sources, so we can see the blueprint of the first Islamic community. It stated that Muhammad was entering into a covenant with the Arab and Jewish tribes of Medina. (60)

اس میں ۴۷ شقوں میں سے شق ۲۳ میں ہے کہ **وانکم مهما اختلفتم فيه من شئ فان مرده الی الله عزوجل والیٰ محمد** ﷺ (۶۱) اگر دستور کے شرکا کی بات ہی آپس میں مختلف ہو تو وہ معاملہ اللہ اور محمد ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ (آخری فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہوگا)

شق:۳۶ میں ہے **وانه لا یخرج منهم احد الا باذن محمد** ﷺ۔ (۶۲) کوئی بھی شخص محمد

ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے گا۔

شق ۴۲۔ وانہ ما کان بین اھل ھذہ الصحیفۃ من حدث و اشتجار یخاف فسادہ، فان مرّدہ الی اللہ عزوجل والیٰ محمد رسول اللہ ﷺ وان اللہ علیٰ اتقی مافی ھٰذہ الصحیفۃ وابرہ۔ (۶۳)

معاہدے کے ارکان میں ایک دوسرے پر زیادتی یا اختلاف کا اندیشہ ہو تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا اور اللہ جو کچھ اس صحیفے میں ہے، اس کا محافظ ہے۔

مدینے میں ستر اہلِ مدینہ انصار کا رسول اللہ ﷺ سے بیعت اور اسی کے ارتقا کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کا لکھوایا ہوا دستورِ مدینہ اگر تفصیل سے کیرن آرم اسٹرانگ کے مدنظر ہوتا تو وہ اگلے ہی صفحے میں یہ نہ لکھ سکتیں:

> As yet, Muhammad was not the head of the ummah. He had a very modest status in Medina, which was at the beginning far lower than that of Medinan chefs like saad ibn Muadh or Ibn Ubbay. The only special function he had was to be an impartial arbiter of disputes between Muslims.(64)
>
> ابھی تک محمد قوم کے صدر نہیں تھے۔ اُن کا ایک کم تر چھوٹا درجہ تھا۔ جو ابتدا میں مدینے کے سرداروں سے کہیں کم تھا۔ اُن کا خاص کام صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے درمیان جھگڑے چکائیں۔

یہ درست نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے سردار، اُن کے معلم، اُن کے راہبر، اُن کے حکمران، اُن کے اللہ کے رسول تھے۔ سارے حاکمانہ اختیارات آپ کی ذات میں جمع تھے۔ اور اہلِ ایمان تو رسول اللہ کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی اور رسول اللہ کی اطاعت پر عامل تھے۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے ہجرت کے باب ہی میں یہودیوں سے حضور ﷺ کے تعلقات اور یہودیوں کی آپ کی بجائے عبداللہ بن ابی کی طرف داری کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے مدینہ شریف آمد کے وقت یہود کا احوال مختصر طور پر ذکر کر دیا جائے۔

ڈاکٹر عباس ہاشمی لکھتے ہیں کہ یہود مدینے میں رچ بس گئے تھے۔ اوس خزرج کے درمیان جنگِ بعاث میں بنو قینقاع خزرج کی طرف سے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کی طرف سے لڑے۔ یہ اوس اور خزرج کے مولیٰ تھے۔ (اس کی دوستی اور ولا میں تھے) (۶۵)

سیرت ابن اسحاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد یہود کا قول نقل کیا گیا ہے:

فاتبعوا فانما ملک آپ کی اتباع کرو کیونکہ آپ تو حکمران ہیں۔(۶۶)

اسی مصنف نے انہی صفحات میں لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شادی شدہ یہودی کے ایک شادی شدہ یہودین کے ساتھ زنا کا معاملہ پیش کیا گیا اور اس کو سزا دینے کا اختیار بھی آپ کو دیا گیا۔(۶۷)

یہودی قبیلہ بنوقریظہ نے دوسرے یہودی قبیلے بنونضیر کے کچھ آدمی قتل کر دیئے یہ معاملہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا اور آپ نے اس کا درست فیصلہ فرمایا۔(۶۸)

ایک یہودی نے ایک یہودی لڑکی کا سر پتھر سے کچل دیا اس لڑکی نے مرنے سے پہلے قاتل کا نام بتا دیا تھا آپ ﷺ نے قصاص میں اس قاتل کا سر پتھر سے کچلنے کا فیصلہ فرمایا۔(۶۹)

دراصل فیصلہ کرنے اور اس کو نافذ کرنے والے کو ثالث نہیں کہتے۔ جب مدینہ کے یہود آپ کو حکمران تسلیم کر رہے ہیں تو مستشرقین اور کیرن آرم اسٹرانگ کا آپ ﷺ کو محض ثالث قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ مدنی دستور کو نافذ کرنے والے نبی ﷺ ہر لحاظ سے اس دستور کو ماننے والوں کے حکمران تھے۔

حضور ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کے وقت یثرب کے یہودی عرب قبیلوں اوس اور خزرج کے زیرِ حفاظت یا اُن کے موالی تھے۔ کم طاقت اور کمزور تھے۔ بعض منتشر تھے۔ یہ آزاد اور خود مختار نہ تھے۔ نہ عظیم قوم تھے۔ نہ شہر کی لیڈرشپ اُنہیں حاصل تھی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کسی عرب قبیلے کے زیرِ حفاظت آتے تو وہاں اُن کا سامنا اُن کی قوم کے ایک دوسرے قبیلے سے ہوتا جو ان کے خلاف دوسرے کا ساتھ دیتے۔ عربوں اور یہودیوں کے درمیان شادیوں کے بعد یہودیوں کی قومی خصوصیات زائل ہوتی گئیں۔ تورات کے بہت کم قوانین کی پابندی کرتے تھے۔(۷۰)

مغربی علمائے استشراق کے حوالوں سے عباس ہاشمی صاحب نے یہودیوں کے کردار کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہی کیرن نے لکھا کہ پہلے تو نبیٔ کریم کی دستوری حکومت میں شامل ہوئے۔ بعد میں الگ ہو کر عبداللہ بن ابی کے ساتھ ہو گئے۔ اور عبداللہ بن ابی قریش مکہ کا حامی ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں کفارِ مکہ کے ساتھ اور پھر یہودیوں کے ساتھ جنگوں کا تذکرہ سب سیرت نگاروں نے پوری وضاحت سے کیا ہے۔ کیرن نے اپنی کتاب کے باب ۸ کا عنوان

رکھا ہے Holy War ''مقدس جنگ''۔ اس نام سے اُن کی ایک ضخیم کتاب بھی ہے۔ مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کو مقدس کہنا ہی درست ہے کیونکہ ان جنگوں کا مقصد نہ دشمن کی نسل کشی تھا، نہ کسی کی بادشاہت کا حصول۔ یہ جنگیں اس لئے مقدس تھیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں صرف یہی جنگیں مقدس تھیں کیونکہ ان جنگوں کے اسلامی قوانین نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین نے مسلمانوں پر واجب کر دیا تھا۔ کیرن نے لکھا:

> When Mohammad sent his freedman Zaid against the Christians at the head of a Muslim army, he told them of fight in the cause of God bravely but humanely They must not molest priests, monks and nuns nor the weak and helpless people who were unable to fight. There must be no massacre of civlians nor shuld they cut down a single tree or pull down any buliding. (71)

> کہ جو شخص لڑائی میں شریک نہ ہو اُس کو قتل نہ کیا جائے۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو نہ چھیڑا جائے۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے۔ جانوروں کو بلا وجہ کاٹ کر نہ پھینکا جائے۔ مخالف دشمنوں کی عبادت گاہوں اور عابدوں کو نہ چھیڑا جائے۔

دشمن بھی انسان تھے اس لئے انسانیت کے احترام کا یہ سبق صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں دنیا نے دیکھا۔ جنگ میں قیدی بھی بنائے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور اہل ایمان نے اس پر ایسا عمل کیا کہ ایک صحابیؓ کے حصے میں ایک قیدی کی حفاظت آئی۔ وہ اسے گھر لے آئے۔ اُس دن اُن کے گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا میسر تھا، اُنہوں نے چراغ گل کر دیا اور اندھیرے میں قیدی کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے، قیدی تو کھا رہا تھا اور یہ صرف ہاتھ اور منہ سے کھانے کی حرکت کر رہے تھے۔ خود بھوکا رہ کر قیدی کو کھلانا، دشمن قیدی کو کھلانا شاید یہ دنیا کی تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سلسلے میں ہی ملتا ہے۔

بقول کیرن آرم اسٹرانگ عیسائی مشنریوں اور مستشرقین کے بالکل برخلاف نبی کریم ﷺ نے مدنی زندگی، وہاں دستور کا نفاذ، حکومت اور دفاعی جنگوں میں حصہ لیا، آپ کا ہر طرزِ عمل عیسائیوں کے عقیدے کے خلاف ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے سولی چڑھ کر عظمت پائی۔ اب کسی عظیم شخصیت یا نبی کو جانچنے کا عیسائیوں کا یہ واحد معیار ہے۔

کیرن نے کہا کہ ''چونکہ محمد ﷺ ایک ذہین و کرشمہ ساز سیاسی رہبر بھی ہوئے جنھوں نے پورے عرب کو بلکہ دنیا کو تبدیل کر دیا، لیکن عیسائی اُن کی اس کارگزاری کے خلاف ہیں کہ آپ نے مذہب کو طاقت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ حالانکہ قرونِ وسطیٰ کے عیسائی خود اپنی مقدس صلیبی جنگیں دوسو سال تک لڑتے رہے بالآخر شکست کھائی''۔

کیرن کا کہنا ہے کہ ''جب محمد ﷺ اپنا دین لائے تو سارا عرب غیر مہذب اور لامرکزیت کا پابند تھا۔ عیسائیت رومی امپائر کے پرامن ماحول میں (رومن شہنشاہ قسطنطین اور اس کے بیٹے کے قانون وفوج کے جبر سے ساری مملکت میں پھیلائی گئی) خود عیسائی بزرگوں کو قیام امن کے لئے کچھ نہ کرنا پڑا۔ عرب میں تو کسی قبیلے سے تعلق نہ کرنے والا آدمی تو قتل ہوسکتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام پرانے زمانے میں پیدا ہوئے آپ ﷺ تو ساتویں صدی کے قبائلی عرب کے خونریز دور میں پیدا ہوئے۔

جہاد اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے نہیں ہے۔ یہ تو جدوجہد ہے جو ہر محاذ پر اختیار کی جاتی ہے۔ اخلاقی، روحانی اور سیاسی۔ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جہاد سے واپسی پر فرمایا تھا کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہیں (یعنی اصلاح حال کی کوشش جہادِ اکبر ہے)''۔

اوپر کے الفاظ کی رو سے کیرن آرم اسٹرانگ نے عیسائی مشنریوں اور جدید مستشرقین کے تلوار کے زور پر اسلام پھیلانے کے الزام کو رد کر دیا ہے۔ اور یہ درست ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ نے مکے میں دعویٰ نبوت فرمایا۔ لوگ آہستہ آہستہ اس دین میں صرف رسول اللہ کی تبلیغ و دعوت کے ذریعے داخل ہو رہے تھے۔ مخالفین مکہ اپنی مرضی سے ایک مذہب کے قائل تھے۔ وہ یہ آزادی اور حق رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو نہیں دینا چاہتے تھے۔ اصل وجہ فساد کفار مکہ کا یہ نامعقول رویہ تھا۔

دوسری منزل یہ آئی کہ اس نئے دین کے ماننے والوں کا مکے میں جینا دوبھر کر دیا گیا، اور ہجرتِ حبشہ ہوئی، مخالفت اور ایذا رسانی جاری رہی۔ تا آنکہ یثرب کے مسلمانوں کے ایک بڑے وفد نے حضور ﷺ سے ملاقات کی، اور ملاقات میں ان لوگوں نے حضور کی حفاظت کی پوری ذمے داری لی۔ اور آپ ﷺ کو یثرب ہجرت کی دعوت دی۔ ادھر مدینے میں حضور کے قتل کے لئے سارے قبائل میں سے ایک ایک آدمی چنا گیا تا کہ قتل کا الزام سب پر مشترکہ آئے اور آپ کے حامی ان سارے قبائل سے قصاص کے لئے جنگ آزمانہ ہوسکیں۔

نبیٔ کریم ﷺ کا زندہ سلامت کفارِ مکہ کے ہاتھوں سے نکل جانا، ان کفار کے جذبۂ انتقام کے لئے مہمیز ثابت ہوا۔ کفارِ مکہ یعنی قریش جو خانۂ کعبہ کے خدام ہونے کی وجہ سے عرب بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اپنے مرتبے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان لوگوں نے اہل یثرب کو خط لکھا کہ ہمارے آدمی کو پناہ دے کر آپ نے غلطی کی ہے۔ ان کو اپنی پناہ سے نکال دو۔ عرب کے دوسرے قبائل حضور ﷺ کی اپنے خاندانِ قریش کے ساتھ جنگ میں غیر جانب دار تھے کہ دونوں میں سے جو فریق غالب آئے گا وہ اُس کا ساتھ دیں گے۔ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ مہاجرین جو ہجرت کر چکے تھے، ان کے مکانات، جائیدادیں، کاروبار وغیرہ پر کفار قابض ہو گئے تھے۔

اب مدینے کے اطراف کے قبائل میں نبیٔ کریم ﷺ نے مہمیں بھیجیں۔ تاکہ اطراف کے قبائل سے صلح وصفائی رہے۔ بہت سوں سے دوطرفہ معاہدے ہوئے، اور کفارِ قریش کے تجارتی قافلوں کو مسلمانوں سے حقیقی خطرہ پیدا ہوا۔ دنیا کے کسی بھی قانون کی رو سے مسلمانوں کو کفارِ قریش سے بدلہ لینے کا حق تھا۔ ان حالات میں جنگِ بدر ہوئی۔ قافلہ کو تو ابوسفیان بچا کر نکال لے گیا۔ اب سردارانِ قریش میں عتبہ بن ربعیہ وغیرہ بھی واپسی چاہتے تھے۔ صرف ابوجہل اڑا رہا اور یوں جنگِ بدر رونما ہوئی۔ جنگِ بدر کے بعد ابوسفیان مدینے تک آیا۔ ابومشکم یہودی کے ہاں ٹھہرا۔ اور جاتے ہوئے مسلمانوں کی زرعی اجناس کو آگ لگا تا گیا۔ مکے سے ۲۰۰ میل تک ابوسفیان کا دھاوا مارنا کسی بھی قانون کی رو سے جارحیت ہے۔ اس کے بعد جنگِ اُحد میں لشکرِ قریش کا مدینہ سے تین میل دور اُحد تک آنا، قریش مکہ کی جارحیت کی واضح دلیل ہے۔

اس کے بعد جنگِ خندق میں شہر مدینہ تک قریش کے کفار کا لشکر اپنے حلیفوں کے ساتھ آیا۔ خود مدینے کے یہودیوں نے نے مسلمانوں سے غداری کی۔ بہرحال آندھی اور طوفان نے قریش کے لشکر کے قدم اُکھاڑ دیئے اور وہ فرار ہو گئے۔ اس کے بعد صلحِ حدیبیہ کا واقعہ رونما ہوا۔ اس کی رو سے دس سال تک جنگ بندی ہوئی۔ محض اپنی ضد پر اڑے رہنے سے قریش نے اس سال عمرے سے روک دیا اور اگلے سال عمرے کے لئے تین دن مکہ معظمہ میں قیام کی اجازت دی۔ مکے کے دو باہم متخاصم قبیلے خزاعہ اور بکر معاہدے میں بالترتیب حضور ﷺ اور قریش کے حلیف بن گئے۔

سارے سیرت نگار اس امر پر متفق ہیں کہ اس صلح کے دور میں اسلام بہت زیادہ پھیلا، تبلیغ ودعوت پر پابندی نہ رہی، اور کسی فرد کو بھی اپنی مرضی کا دین اختیار کرنے کا حق مل گیا۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے حدیبیہ کے نتائج پر ابن اسحاق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پچھلی فتوحات میں

کوئی بھی فتح اس صلح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں تھی، کیونکہ پہلے جب لوگ ملتے تو لڑائی ہوتی لیکن معاہدہ صلح ہوگیا اور جنگ ختم کردی گئی تو لوگ امن وسلامتی سے ملے، اور لوگوں کی آپس کی گفتگو سے بہت سے غیر مسلم اسلام میں داخل ہوگئے۔ ان دو برسوں میں پہلے کے بہ نسبت دوگنے یا اس سے زیادہ اسلام میں داخل ہوئے۔

> No previous victory in Islam was greater than this. There was nothing but battle when men met; but when there was an armistice and war was abolished and men metinsafety and consulted together none talked about Islam intelligently without entering it. in these two years (628-30) double as many or more than double as many entered Islam as ever before. (72)

غزوات کو کیرن نے درست نہیں سمجھا انہوں نے صرف منٹگمری واٹ کی پیروی کی، ورنہ اُن کے پیش نظر بنیادی سیرت کی تینوں کتابوں (واقدی، طبری، ابن اسحاق) میں تمام ملک کے تجارتی قافلوں کو لوٹنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف قریش کے تجارتی قافلے زد پر رہے، لیکن ۸ سال میں ۱۸ مرتبہ کی کوششوں میں صرف تین قافلے ہاتھ آئے اور قریش کے لئے مدینہ کے سو میل قریب سے ہوکر شام کی تجارت کو جاری رکھنا دشوار ہوگیا۔ البتہ خیبر کے یہودی، مدینے کے یہودی، منافقین اور مشرکین مکہ کے فوجی گٹھ جوڑ کے مقابلے میں اطراف کے قبائل سے دوستی کی تحریک بھی انہی غزوات میں شامل ہے۔ بہر حال ۸ سال میں تین قافلے ملنے سے سارے مہاجرین کی پرورش ناممکن تھی۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی نے غزوات کا ایک مکمل نقشہ پیش کیا ہے، ملاحظہ ہو:

شمار	مہم تاریخ	نتیجہ	شمار	مہم تاریخ	نتیجہ
۱	سیف البحر ۱ھ	جنگ نہ ہوئی	۱۰	غزوۂ سویق	دشمن فرار ہوگیا
۲	رابغ ۱ھ	جنگ نہ ہوئی	۱۱	سریہ قردہ ۳ھ	کارواں گرفتار ہوا
۳	الخرار ۱ھ	جنگ نہ ہوئی	۱۲	غزوۂ اُحد ۳ھ	مسلمانوں کا نقصان
۴	الابواء ۲ھ	مقابلہ نہیں ہوا	۱۳	حمراء الاسد ۳ھ	دشمن پسپا
۵	بواط ۲ھ	مقابلہ نہیں ہوا	۱۴	بدر الموعید ۴ھ	مقابلہ نہیں ہوا
۶	مہم صفوان ۲ھ	دشمن بچ کر نکل گیا	۱۵	غزوۃ الخندق ۵ھ	دشمن ناکام ہوکر چلے گئے

۷	ذوالعشیرہ ۲ھ	مقابلہ نہیں ہوا	۱۶	العیس ۶ھ	کارواں گرفتار
۸	سریہ نخلہ ۲ھ	مال غنیمت ہاتھ آیا	۱۷	حدیبیہ ۶ھ	صلح، کوئی غنیمت نہیں
۹	غزوۂ بدر ۲	شاندار فتح، مال غنیمت	۱۸	فتح مکہ ۸	فتح مبین، عام معافی، کوئی غنیمت نہیں

(۷۳)

اب مستشرقین کو صحیح عربی ذرائع تاریخ کے عربی میں حوالے دے کر اس کے انگریزی ترجمے اور بعد میں ان کی تفہیم کو اختیار کرنا چاہیے۔ تاکہ شرق و مغرب ایک دوسرے کے قریب آ سکیں۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے غزوے کے نام سے حضور ﷺ کی مہمات اور قبائلی عربوں کے ایک دوسرے قبائل کو لوٹنے کے واقعات کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور مہاجرین کو معاشی نقصان اور ملک سے اخراج، روزگار سے محرومی وغیرہ کے جواب میں حضور نے صرف کفارِ قریش کے تجارتی قافلوں کو پکڑ لینے کی اجازت دی۔ تاکہ دشمن سرنگوں ہو۔ قریش کے علاوہ مسلمانوں نے کسی قبیلے کے تجارتی قافلے پر حملہ نہیں کیا، اور سارے غزوات میں دو یا تین مرتبہ مختصر مالِ غنیمت حاصل ہوا۔

بعض ایسے قبیلے جو خود سری میں مبتلا تھے۔ جو حضور ﷺ کے پاس آ کر آپ سے مبلغین مانگ کر لے گئے اور ایسے مبلغین کو شہید کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے قبیلے کا کفر توڑنا تو قیامِ امن کی پہلی شرط تھی۔ مستشرقین کے معترضین دراصل یہ چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کامیاب نہ ہوتے، آپ نے کیوں ایسے اقدامات کئے۔

منٹگمری واٹ اور ولیم میور کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے مدینہ آ کر مہاجرین کی روزی رسانی کے لئے قافلوں کو لوٹنے کا کام جاری کیا اور یہی کچھ کیرن نے بھی لکھا ہے

> He had a much more modest offensive in mind: the ghazu or raid which had long been a sort of national sport in Arabia and an accepted way of making ends meet when times were hard.
> Medina was ideally placed to attack the Meccan caravans, often guarded by only a few merchants, on their way to and from Syria, so in the year 623 Muhammad dispatched two raiding parties of Emigrants to attack the caravans. (74)

کاش کیرن آرم اسٹرانگ انگریزی میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی اظہار الحق، سرسید کے خطبات

بجواب ولیم میور، جسٹس امیر علی کی کتاب تاریخ اسلام، حسین ہیکل کی کتاب حیات محمد، شبلی نعمانی کی سیرت النبی، سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین اور ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب رسول اکرم کی سیاسی زندگی دیکھ لیتیں تو مستشرقین کے اس الزام کو بھی رد کر دیتیں۔

بہر حال نبیٔ کریم ﷺ کا کفارِ مکہ کے ہاتھوں سے صحیح سالم نکل جانا ان کفار پر شاق گزرا۔ اور خانۂ کعبہ کے خدام کے حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مدینے کے ابن ابی اور اس کے حامیوں کو خط لکھا کہ محمد (ﷺ) کو مدینے سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر کے تم کو قتل اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔ عبد اللہ بن ابی اس سلسلے میں اجتماعات کر رہا تھا۔ ایک ایسے ہی اجتماع میں نبیٔ اکرم (ﷺ) پہنچ گئے اور اس مجمعے میں آپ نے تقریر فرمائی کہ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم ان کی دھمکیوں میں آ گئے تو تمہارا بہت زیادہ نقصان ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم اُن کی بات ماننے سے انکار کر دو۔ اگر تم مسلمانوں سے لڑ و گے تو اپنے ہی بھائیوں اور بیٹوں کو جو مسلمان ہو گئے ہیں، قتل کرو گے اور اگر قریش سے لڑو گے تو یہ غیروں سے مقابلہ ہوگا۔ (۷۵)

دوسری صدی ہجری کے حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید امام محمد نے قریش اور خیبر والوں کے درمیان معاہدے کا تذکرہ فرمایا ہے:

کان بین اھل مکۃ واھل خیبر من المواخاۃ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توجہ الی الفریقین اغار الفریق الآخر علیٰ المدینۃ...... الخ (۷۶)

اہل مکہ (مشرکین) اور اہل خیبر (یہودی) میں یہ معاہدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک فریق پر حملہ آور ہوں تو دوسرا فریق مدینے پر حملے کر دے گا۔

چنانچہ نبیٔ کریم ﷺ کفارِ مکہ اور یہود خیبر کے باہمی گٹھ جوڑ سے واقف تھے۔ نبی کریم نے ان دونوں کے مدینے کے ان قبائل میں اثر ورسوخ کے مقابلے میں مدنی معاشرے کی طرف سے اطراف قبائل میں مختلف مقاصد کے لئے مہمیں روانہ کریں۔ مثلاً دشمنان مکہ وخیبر کے حملوں سے باخبر رہنا۔ اطراف مدینہ کے قبائل سے معاہدہ بقائے باہمی۔ شدید قبائل کی سرکوبی۔ قریش مکہ کے تجارتی کاروانوں کی بندش۔

اسی سلسلے میں جنگِ بدر پیش آئی۔ ابوسفیان اپنے تجارتی قافلے کو بچا کر نکل گیا تھا۔ لیکن اطلاع سن کر قریش ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ بدر پہنچے۔ سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے کہ بدر مکے سے سات منزلیں اور

مدینے سے تین منزلوں کی دوری پر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدر مدینے سے قریب تر تھا۔ اور کفارِ مکہ اپنی حدود سے بڑھ کر مدینے کی حدود میں داخل ہوئے تھے، اس لئے جارحیت کے مرتکب ہوئے تھے۔ جب ثابت ہوگیا کہ وہ مدینے پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے تب سرورِ کائنات ﷺ مداخلت کے لئے نکلے۔ (۷۷)

کیرن آرم اسٹرانگ نے اپنی تصنیف Holy War میں بڑی تفصیل سے بحث کے بعد یہ لکھا ہے کہ ''اسلام بہر حال تلوار کے ذریعے پھیلنے والا مذہب نہیں ہے''۔ انہوں نے لکھا کہ ''اسلام کسی نسل کو ختم کرنے کو جائز نہیں سمجھتا جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون نے تورات میں کہا ہے اور آج تک یہی لکھا ہوا چلا آرہا ہے۔ دشمن کو عورتوں، بچوں سمیت دنیا سے ملیا میٹ کرنے کا حکم ہے۔ البتہ جو لڑکیاں جوان ہوں، اُن کو باقی رکھ کر اُن سے شادی کر لینے کا حکم ہے۔ ایسا کسی نسل کو ختم کرنے کا اعلان اسلام کا نظریۂ جہاد نہیں ہے۔ عیسائیت کی نسبت اسلام ایک حقیقت پسند مذہب ہے اور کئی مرتبہ جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے''۔

حضور نے حضرت زید کو موتہ کی جنگ میں روانہ فرمایا تو نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہادری سے لڑیں اور ہمت کے ساتھ جنگ کریں۔ مذہبی پادریوں کو بے عزت نہ کیا جائے، کسی کمزور کو نہ ستایا جائے، بے سہارا لوگوں کو نہ ستایا جائے، شہری آبادی کا قتل عام نہ کیا جائے، کوئی درخت نہ کاٹا جائے، کسی مکان کو نہ گرایا جائے۔ یہ رویہ یوشع بن نون کی جنگوں سے بالکل الگ تھا''۔

> When Mohammad sent his freedman Zaid against the Christians at the head of a Muslim army, he told them of fight in the cause of God bravely but humanely They must not molest priests, monks and nuns nor the weak and helpless people who were unableto fight. There must be no massacre of civlians nor shuld they cut down a single tree or pull down any buliding. (78)

قرن وسطیٰ کے متعصب پادریوں اور دور جدید کے متعصب مستشرقین کے مقابلے میں کیرن آرم اسٹرانگ واحد شخصیت ہے جنہوں نے ان سب کے اسلام پر لگائے جانے والے جبری مذہب ہونے کے الزام کو حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون کی طرز عمل کے حوالے سے رد کر دیا۔

مسلمانوں نے فتح کے بعد کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہیں کیا۔ عرصے تک مسلم حکمران اقلیت میں رہے اور ہندوستان پر مسلم اقلیت نے ایک ہزار برس حکومت کی لیکن کسی کو جبراً اسلام میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

تورات سامنے آنے کے بعد کیرن آرم اسٹرانگ نے قرون وسطیٰ کے عیسائی پادریوں کے سب سے بڑے الزام کو کہ اسلام تلوار سے پھیلا جدید دور کے مستشرقین کی اکثریت کے اسی نوعیت کے بیانات کے باوجود اس خیال کو رد کر دیا کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ ان کی کتاب کا مسلمانوں میں مقبولیت کا یہی بڑا سبب بن گیا۔ اور اسلام کے خلاف صلیبی عیسائیوں کی کارگزاریوں پر کیرن آرم اسٹرانگ کا اسلام پر سے جبر کا الزام رد کر دینا سخت لُو کے موسم میں ایک ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی مانند ہے۔

جنگ بدر کے بعد بنو قینقاع کے بازار میں ایک مسلم عورت سے گستاخی پر لڑائی ہوئی، ایک یہودی اور مسلمان قتل ہوئے، نبیٔ کریم ﷺ اس قبیلے کے پاس گئے۔ وہ نہایت گستاخانہ پیش آئے اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اپنے ۷۰۰ جنگجوؤں کے ساتھ قلعہ بند ہو گئے۔ بالآخر نبیٔ کریم نے جلاوطنی کی شرط پر اُن کی جان بخشی فرمائی۔ ادھر یہ لوگ گھر بار چھوڑ کر شام کی سرحد پر جا کر آباد ہو گئے۔ یہاں کیرن کا یہ تبصرہ ہے کہ یہودی بنو قینقاع کے مسئلے کے حل کے بعد حضور امت کے صدر نہیں تھے کیونکہ یہاں عبادہ بن صامت کے ذریعے قینقاع کے مسئلے کا حل نکالا گیا۔ حیرت ہے کہ صدر مملکت کی جانب سے وزیر مملکت کو ایک مسئلے کے حل پر مقرر کرنے سے صدر مملکت کی حیثیت میں کیا فرق آتا ہے؟

اسی طرح جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا، مہاجرین اور انصار کی رضامندی کے بعد فیصلہ کیا اس پر بھی کیرن نے لکھا کہ آپ مسلمانوں کے کمانڈر انچیف نہیں تھے۔ دراصل مغربی مصنفین بیعت عقبہ ثانیہ کو زیر بحث ہی نہیں لاتے، نہ اس حقیقت پر جس کی وجہ سے آپ کو مدینہ کے انصار نے اللہ کا رسول مانا، آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ سے نماز، زکوٰۃ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونے پر بیعت کی۔ یہ سب سیاسی نظم کے بغیر ناممکن تھا۔ اس لئے اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا مطلب نہ سمجھ کر کیرن اور دوسرے مغربی مصنفین جو گفتگو کرتے ہیں وہ حقیقت کے منافی ہوتی ہے۔

جنگِ اُحد کے بعد مشرکین مکہ نے مدینے پر پھر حملہ کیا۔ حضور ﷺ نے شہر کے کئی حصوں میں دشمن سے بچانے کے لئے خندق کھودی، اسی لئے اس جنگ کو جنگِ خندق کہا جاتا ہے۔ کیرن نے اس کی تفصیل تو لکھی لیکن اس نے کسی تبصرے میں ابوسفیان اور مکی لشکر کو جارحیت کا ملزم قرار نہیں دیا۔

اس کے بعد جنگ خندق کے دوران مسلمانوں سے غداری کرنے والے یہودی قبیلے بنو قریظہ کا معاملہ آیا۔

جنگِ خندق میں بنو قریظہ حملہ آور کفارِ مکہ کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں نے ایک قلعے میں عورتوں،

بچوں کو رکھا تھا، بنوقریظہ اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن اُن کا جاسوس قلعے کے قریب مسلمان عورتوں کے ہاتھوں مارا گیا، حملہ آوروں کی مدینہ سے واپسی کے بعد حضور ﷺ بنوقریظہ سے باز پرس کے لئے گئے اور اُن کا محاصرہ کرلیا۔ بنوقریظہ نے اپنی طرف سے حضرت سعد بن معاذ کو منصف تسلیم کیا۔ حضرت سعد سخت زخمی تھے۔ انہوں نے تورات کا فیصلہ سنایا۔ تورات میں ہے جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اُس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام بھیجنا، اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں، اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کرڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں کو اور شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا۔ (۷۹)

بنوقریظہ کے بارے میں اپنے مقرر کردہ منصف حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ تورات کے احکامات کے عین مطابق تھا، اور آج بھی اس کی یہ حیثیت قانون کی نظر میں موجود ہے۔ قانون کتاب میں لکھا ہوا بڑا اچھا لگتا ہے۔ لیکن جس پر قانون کا نفاذ ہو وہ اس کے حامیوں کو ظاہر ہے برا بھی لگے گا۔ حالانکہ تورات کے قانون پر حضرت موسیٰ اور اُن کے بعد اُن کے جانشین حضرت یوشع بن نون نے لفظاً لفظاً عمل درآمد کیا اور عوام سے بھی اس پر عمل کرایا، اب کوئی اسے قدیم زمانے کی نازی بربریت قرار دے دے، جیسا کہ کیرن نے کہا ہے اس سے اس قانون کی حیثیت ختم نہیں ہوتی۔

بنوقریظہ کی طرح خیبر کے یہودی نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے مخالف تھے اور کفارِ مکہ کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ اپنی اصل طاقت سے محروم ہوگئے۔ دوسری طرف اسلام سے بھی محروم رہے۔ آج یہودی مسئلہ عرب مسلمانوں کے لئے موت وزیست کا مسئلہ بنادیا گیا۔ کیرن آرم اسٹرانگ نے اپنی کتاب تاریخ یروشلم میں اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ اس پر مزید غور وفکر کی ضرورت ہے۔

حضرت عیسیٰ کے ۵۰ سال بعد رومن امپائر کے جنرل ٹائیٹس (Tytus) نے یروشلم کے ہیکل سلیمانی کو تباہ و برباد کردیا، اور وہاں رومی بادشاہوں کے بت نصب کردیئے، تیسری صدی عیسوی میں رومی شہنشاہ قسطنطین عیسائی ہوا اور اس کے بیٹے نے سارے ملک میں جبراً عیسائیت نافذ کی۔ بت پرستوں کے مندر گرائے، مندروں کے اوقاف و جائیداد فوج کے حکام اور عیسائی پادریوں میں تقسیم ہوگئے، یہی کیفیت فلسطین میں بھی ہوئی۔ عیسائیوں نے ہیکل سلیمانی کو شہریوں کے کچرے کا ڈھیر بنادیا اس کے بعد حضرت

عمرؓ کے زمانے میں بیت المقدس فتح ہوا۔ آپ نے ہیکل کے ڈھیر کو صاف کروا کرا سے مسجد بنوایا اور ساتھ ہی صخرہ کا بھی گنبد بنوایا۔ اور دونوں عمارات آپ کے بعد عبدالملک بن مروان کے زمانے میں دوبارہ تعمیر ہوا اور آج تک مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کا دینی مرکز ہے۔

یہودی دنیا بھر میں اس وقت سے منتشر تھے، مسلمانوں کے علاقوں میں ہمیشہ امن چین سے رہے اور تجارت میں مصروف رہے۔ پھر یورپ کے ملکوں نے ان کو خارج البلاد کرنا شروع کیا اور عیسائی یورپ سے یہ نالاں ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں انگریزوں نے فلسطین کو یہودی ریاست بنانے کا اعلان بالفور کیا پھر دنیا بھر کے یہودیوں کو لا کر فلسطین میں آباد اور وہاں آباد عربوں کو وہاں سے نکال کر عرب فلسطینیوں کی تعداد میں کمی کی گئی۔ مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا۔

اس مسئلے کا ایک تاریخی حل بھی ممکن ہے۔ وہ یہ کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ جو قوم جس ملک میں رہتی ہو اُس ملک پر اُس کا قبضہ ہو۔ فلسطینی قوم سے حضرت داوٗد نے یروشلم فتح کیا حضرت سلیمان نے ہیکل تعمیر کیا مقامی فلسطینیوں کی آبادی کو باقی رہنے دیا۔ اس کے بعد رومی امپائر اپنی عیسائیت وہاں لائی اور حضرت عیسیٰ کے مقام پیدائش اور قبر سے جی اٹھنے کے مقدس مقامات بنوائے۔ حضرت عمر نے کچرا گھر کی جگہ مسجد اقصیٰ بنوائی۔ بہر حال مسلمانوں کے زمانے میں فلسطینی قوم کی اکثریت اسلام میں داخل ہوئی۔ یہ ملک اُن کا ہے۔ ان کا مذہب اسلام ہوا اور بیت المقدس دنیا بھر کے مسلمانوں کا تیسرا روحانی مرکز یعنی خانۂ کعبہ، اور مسجدِ نبوی کے بعد تیسرا بڑا مرکز ہے۔ فلسطین میں نہ عیسائی اکثریت رہی نہ یہودی۔ یہ ملک فلسطینیوں کا ہے۔ انہی کے حوالے ہونا چاہئے۔ عیسائیوں نے تو روم کے گرجا گھر کو مرکزی حیثیت دی۔ یہودی فلسطین کنعان میں نہ پہلے اکثریت میں تھے نہ آج ہیں۔ پورا فلسطین فلسطینی عربوں کے حوالے کر کے یہودیوں کو آسٹریلیا میں ایک صوبہ دے کر وہاں آباد کیا جائے۔ انصاف کا یہی تقاضا ہے۔

اب مسجدِ اقصیٰ میں یہودی صرف اسلام قبول کر کے داخل ہو سکتے ہیں۔ اور یہ اُن پر تورات نے فرض کر دیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کی پیشین گوئی کے مطابق آنے والے آخری نبی محمد ﷺ کی اُمت میں داخل ہوں، توحید وہ بھی مانتے ہیں، وہ بھی ابراہیمی مذہب میں سے ہیں اور اسلام بھی۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے جنگ موتہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس کا سبب اپنا یہ گمان بتایا ہے کہ اگر محمد ﷺ روم کی عیسائی سلطنت کی جگہ عرب سلطنت قائم کرتے تو وہ رومی اور ایرانی دونوں سلطنتوں کو چیلنج کرنے کے قابل ہوتے۔ چنانچہ آپ نے شمالی عرب کے عیسائی قبیلوں کو اسلام میں لے آنے کے لئے شمالی

علاقوں میں مہم روانہ کی۔(۸۰)

حالانکہ سیرت کی تمام کتابوں میں ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے بصریٰ کے حاکم کو تبلیغی خط روانہ فرمایا۔ آپ کے سفیر کو موتہ کے مقام کے قریب قبیلہ غسان کے ایک سردار شرحبیل بن عمرو نے قتل کر دیا۔ یہ بین الاقوامی رواج کی خلاف ورزی تھی اس لئے حضور ﷺ نے ۸ھ میں حضرت زید بن حارثہ، جعفر طیار اور خالد بن ولید جیسے لوگوں پر مشتمل فوج بھیجی۔ قیصر نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ اس تین ہزار فوج کا مقابلہ کیا، حضرت خالد بن ولیدؓ فوج کو بچا کر لائے۔ اس کے جواب میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پر ۹ ہزار مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ قیصر نے مقابلہ نہیں کیا۔ الغرض رومی حکومت اور اس کے عرب عیسائی سرداروں کی زیادتیوں کے جواب میں شمالی سرحد پر حملے کئے گئے۔(۸۱)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کیرن نے منٹگمری واٹ کے خیالات بلا تحقیق اختیار کر لئے۔ جو اُن جیسی محقق اہل قلم کے لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

ایک اور نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے کہ عرب کے اطراف کی بڑی طاقتوں نے ہمیشہ عرب کے زرخیز علاقوں کو ماتحت یا زیر اثر رکھا ہے۔ یمن پر حبشہ کے گورنر ابرہہ نے مکہ معظمہ کے سالانہ حج میں ملک بھر سے لوگوں کی آمد اور اس سلسلے میں تجارت کی وسعت کو دیکھ کر یمن صنعا میں ایک گرجا بنا کر اس کا حج کرانا چاہا اور خانۂ کعبہ کو ڈھا دینا چاہا۔ اس کوشش میں وہ اور اُس کا لشکر تباہ ہوا۔ یہ غیر ملکی مداخلت تھی یا نہیں؟۔

اُمہات المومنینؓ سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ اطلاع سارے مسلمانوں پر شاق گزری۔ حضرت عمرؓ کو اُن کے پڑوسی نے ایک پریشان کن خبر سنانے کا کہا تو وہ بول پڑے کہ کیا شاہ غسان نے حملہ کر دیا ہے؟ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مدینہ پر شاہ غسان کا حملہ متوقع تھا۔

ابو عامر راہب عیسائی مدینے میں الگ مسجد بنا رہا تھا تا کہ مسلمانوں کے خلاف منافقین کو عبادت کے بہانے الگ اور مسلح کر سکے۔ یہ مسجد ضرار تھی، تبوک سے واپسی پر اسے جلا دیا گیا۔

عیسائی راہب کا تعلق کسی نہ کسی عیسائی طاقت غسانیوں یا رومیوں سے ہی ہو سکتا تھا کوئی راہب انفرادی طور پر مسلمانوں کے درمیان اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ پھر سب سے بڑی بات سفیر کا قتل تھا جس کا قصاص حضور ﷺ لینا چاہتے تھے، اور یہی جنگ موتہ کا اصل سبب ہے۔

لیکن یہاں بھی یہ یاد رکھنا چاہئے تھا کہ نبیٔ کریم ﷺ کے مرض الموت کے وقت شاہ ایران نے چار ہزار سوار نعمان بن منذر کے بیٹے کو دے رکھے تھے تا کہ بحرین پر قبضہ کرے۔ کتاب الردہ کی روایت ہے کہ

حضور اکرم ﷺ کی وفات پر عرب مرتد ہوئے تو شاہ مدائن (کسریٰ شیرویہ) نے اپنے مشیروں سے کہا:

آپ کی رائے میں کس کو عربوں کے سے ٹکراؤ کی مہم سپرد کی جائے ان کے نبی کا انتقال ہو چکا ہے، اور وہ آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ البتہ خدا اگر ان کی حکومت کو باقی رکھنا چاہے گا تو وہ سب کے افضل آدمی کو اپنا خلیفہ بنائیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی حکومت اور اقتدار قائم رہے گا، اور وہ فارسیوں اور رومیوں کو ان ملکوں سے نکال دیں گے۔

مشیروں نے کہا کہ ہم مخارق بن نعمان کا نام تجویز کرتے ہیں جس نے عربوں کو رام کر کے زیر فرمان کر لیا تھا۔ اور بکر بن وائل کا طاقتور قبیلہ آپ کا پڑوسی ہے۔ ان کی فوج مخارق کی کمان میں بھیج دیجئے۔ شاہ مدائن نے بکر بن وائل کے چھ سو چیدہ اشخاص کو مخارق کے ساتھ کر دیا اور ہجر کے باشندوں نے جن میں فارسی اور عیسائی آباد تھے۔ بغاوت کر دی۔ (۸۲)

طلیحہ اسدی دعویدارِ نبوت ناکام ہو کر شام چلا جاتا ہے۔ خاتون دعویدار بنت سجاح بھی بالآخر عراق چلی جاتی ہے جہاں اُس کے عیسائی قبیلے کے لوگ تھے۔ اتنی بڑی اسکیم کیا انفرادی طور پر وہ خاتون یا طلیحہ سوچ سکتے تھے۔ اس کے پیچھے ان کی حکومتوں کی اس وقت کی خفیہ سازشوں کا تصور بآسانی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اسی طرح مدینے کا ایک عیسائی راہب جو مکہ چلا گیا۔ جنگِ اُحد میں اہل مکہ کی طرف سے شریک ہوا۔ بعد میں اس نے مدینے آ کر مسلمانوں سے الگ اپنے گروہ کے لئے مسجد بنانے کی اجازت چاہی۔ یہ مسجد ضرار مسلمانوں کے خلاف ایک فوجی مورچہ بن رہا تھا۔ اللہ کے حکم سے اللہ کے رسول ﷺ نے اسے جلوا دیا۔ ابو عامر راہب اس کے بعد شام چلا گیا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان طاقتوں کی سازشوں سے واقف تھے اور اسی لئے انہوں نے بیک وقت دونوں طاقتوں سے جنگ چھیڑی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے صحابۂ کرامؓ کے زمانے میں مسلمانوں اور ایرانیوں یا رومیوں کی تمام جنگوں میں مسلمانوں کی تعداد دشمن کا محض ایک تہائی رہی، اور اس کے باوجود مسلمان غالب ہوئے۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ ایرانیوں میں اور رومیوں میں آخری نبی کی آمد کا انتظار تھا۔ اس لئے اُن کی ایک کثیر تعداد نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مان کر مسلمانوں سے نہ لڑی۔ ایک حصہ غیر جانبدار رہا، اور صرف ایک حصے نے مسلمانوں سے جنگ کی، ان کے دلوں پر اسلام غالب آ چکا تھا وہ کس طرح مسلمانوں سے لڑتے۔ ایرانیوں کے بارے میں یہ بات مشہور مورخ گبن نے لکھی ہے۔ (۸۳)

دوسری طرف حضور ﷺ اور صحابہؓ کی کوئی مستقل فوج Standing Army موجود نہیں رہی۔ ہر مہم

کے وقت رضا کار مجاہدین طلب کئے جاتے رہے، اور یوں عوامی مجاہد فوج تیار ہوتی رہی جو اللہ کے دین کے لئے لڑ رہی تھی، اور مد مقابل بادشاہوں کے ذاتی مفاد کے لئے بطور ملازم لڑ رہے تھے۔ مجاہدین کی باقاعدہ تنخواہیں بھی نہیں تھیں یہ اللہ کے لئے لڑ رہے تھے یہ بات کسی مغربی عیسائی مصنف کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ بے غرض اور بے لوث مجاہد کیسے ہوتے ہیں۔

کیرن نے لکھا کہ منٹگمری واٹ اور راڈنسن بیسویں صدی کے معیار کے مطابق ساتویں صدی کے واقعات کو نہیں پرکھ سکتے۔ تاہم کیرن نے لکھا ہے کہ اس سے اسلام پر تلوار کے استعمال کا الزام نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ تورات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدائی حکم کے تحت کے مردوں کو قتل کیا اور نوجوان عورتوں کو نکاح کے لئے بچائے رکھا۔ نیز اس میں جائیدادیں ضبط کرنے کے احکام بھی موجود ہیں۔

کیرن نے غالباً کتاب محمد (ﷺ) کی سوانح حیات کے بعد ''خدا کے لئے جنگ'' نامی کتاب لکھی ہے اس میں جدید دور کی جنگی ایجادات کے بل پر دو ایٹم بموں سے لاکھوں جاپانیوں کے قتل کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ اور ۳۹ء کی جنگ میں مرنے اور زخمی ہونے والے کروڑوں افراد کا تذکرہ کیا۔ البتہ کیرن آرم اسٹرانگ نے ایک بات فراموش کردی، یہ کہ سولہویں صدی میں امریکہ کی دریافت پر یورپ کے سارے ممالک امریکا جا پہنچے اور دونوں براعظم شمالی اور جنوبی امریکہ کے نو کروڑ مقامی باشندوں کی نسل کو ختم کردیا، اور امریکہ جو یورپ سے چار گنا بڑا براعظم تھا، وہاں کے وسائل سے اہل یورپ نے سترہویں صدی میں ایجادات کی قوت حاصل کی۔ سولہویں سے بیسویں صدی تک چار کروڑ افریقیوں کو اغوا کرکے امریکا لے جاکر غلام بنایا اور عیسائی بنایا۔ جو بیمار تھے یا مرگئے وہ سمندر میں پھینک دیئے گئے۔ کتاب The Roots دونوں میں یہ تفاصیل موجود ہیں اس طرح چار کروڑ کالے افریقیوں میں سے آدھے قتل اور نصف کی محنت سے جدید یورپ اس قابل ہوا کہ پوری دنیا ایشیا و افریقا پر جدید طاقت کے بل پر قبضہ کرے، ماڈرن ازم اور سیکولرازم کا ماحصل یہی نکلا۔ کیرن نے بجا طور پر مغربی غلبے کی شکایت کی ہے۔

پچھلے دو سال پہلے ڈربن (جنوبی افریقہ) میں اقوام متحدہ کی حقوق انسانی کی بین الاقوامی کانفرنس ہوئی اور کانفرنس میں جناب نیلسن منڈیلا بھی شریک ہوئے۔ افریقہ کے کالے اور بھارت کے دلت (اچھوت) رہنماؤں نے وہاں جو تقریریں کیں وہ آج بھی اقوام متحدہ کے دفتر میں محفوظ ہیں۔ کیرن آرم اسٹرانگ اُن تقاریر کو وہاں سے لیں اور دنیا بھر کی زبانوں اور اخباروں میں شائع کرائیں۔ دلت (اچھوت) سات ہزار سال سے جانور کے درجے میں بھارت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ افریقی کالوں

کے لئے تو Roots نامی ایک فلم بھی انہی مظالم پر مبنی موجود ہے۔ ان تمام ہولناک غیر انسانی مظالم کو اہل مغرب نازیوں سے بڑھ کر مظالم کیوں نہیں قرار دیتے؟

کیرن آرم اسٹرانگ اپنی عالمی حیثیت سے کام لے کر اقوام متحدہ کی وہ قرار دادیں اور جملہ ریکارڈ شائع کرائیں تو انگریز، امریکن اور بھارت کی ذات پات پر مبنی تفریق، نیز سماج گائے، سانپ اور بندر کی عبادت اور اچھوتوں کو جانور سے بدتر سمجھنے والے ہندو معاشرے کے مظالم دنیا بھر کے اہل علم کے سامنے آسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں پوری دنیا کے انسانوں میں انسانیت بیدار ہوگی اور انسانی شکل میں حیوانی درندوں کے سماج کو انسانوں کے سامنے بطورِ مجرم پیش کیا جاسکے گا۔

مستشرق راڈنسن (Rodinson) کو کیرن آرم اسٹرانگ نے اپنی کتاب نے حوالے کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب محمد (ﷺ) کے آخری حصے میں آیتِ قرآن کا حوالہ دیا۔ **یا ایھا الناس ان رسول اللہ الیکم جمیعا** (۸۴) اور اسے تسلیم کرتے ہوئے لکھا:

So Muhammad's message acquared a universal value. (85)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نے عالمگیر حیثیت حاصل کر لی۔

لیکن راڈنسن نے اس پر یہ بحث ہی ترک کردی کہ یہ سورۃ الاعراف کی آیت ہے۔ اور سورۃ الاعراف متفقہ طور پر مکی سورت مانی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مکہ ہی میں حضور ﷺ پر یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ آپ تمام عالمِ انسانیت کے لئے نبی ہیں۔ ایسے مستشرقین جو گہرے تعصب میں مبتلا ہیں وہ آپ ﷺ کو عربوں کے نبی قرار دیتے ہیں، یہ بات بدیہی طور پر غلط ہے، دوسرے یہ کہ اس آیت سے پہلے والی آیت میں فرمایا گیا:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (۸۶)

جو لوگ رسول (ﷺ) اور نبیٔ امی کی پیروی کرتے ہیں وہ ان کو اپنے نزدیک تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

مستشرقین خاص طور پر منٹگمری واٹ اور اس کی پیروی میں کیرن کا یہ کہنا کہ مدینے میں ہم خیال یہودیوں کی وجہ سے آپ یہود و نصاریٰ کے مذاہب سے واقف ہوئے، درست نہیں ہے۔

اس بحث میں یہ بات عجیب ہے کہ راڈنسن نے جو آیت درج کی اس سے قبل کی آیت جان بوجھ کر

ترک کردی، کیونکہ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکے ہی میں آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ کی نبوت کے بارے میں تورات اور انجیل میں تذکرہ ہے۔ راڈنسن نے یہ بحث ہی ترک کردی۔ ولیم میور اور منٹگمری نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ کسی عرب یہودی نے غلط ترجمہ کردیا تھا کہ تورات و انجیل میں حضور ﷺ کا تذکرہ ہے۔

البتہ کیرن آرم اسٹرانگ نے اس سلسلے میں عہدِ وسطیٰ اور جدید مشترقین کے یہود و نصاریٰ کا نقطۂ نظر الگ الگ مقامات پر پیش کردیا۔ اور مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ ہم نے پچھلے صفحات میں یہ بحث مختصر طور پر دے دی ہے۔

عیسائیت کے بارے میں کیرن کے تلخ تجربات

مغربی عیسائیت کے بارے میں کیرن آرم اسٹرنگ نے کہا ہے کہ مغربی عیسائیت میں مذہب اکثر بے رحم اور تباہ کن رہا ہے جبکہ جدید ریاست کی ضرورت تھی کہ انسانی سماج میں تحمل و برداشت ہونا چاہئے۔ انسانیت اب صلیبی لڑائیوں اور عیسائی مذہبی طبقے کی اپنے مخالف فرقوں کی نسل کشی کی طرف نہیں جاسکتی۔ سیکولرازم باقی رہنے کے لئے آیا ہے''۔

In western Christendom, religion had often been cruel and cocrcive; the need of the modern state demanded that society be tolerant. There could be no going back to the age of crusade or inquisition. Secularism was there to stay. (87)

لیکن اسی دوران بیسویں صدی کے درمیان میں دنیا کو اس حقیقت سے سمجھوتہ کرنا پڑا کہ تصورِ خدا کی انسانی اداروں میں غیر موجودگی سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ حقیقی ہے۔

کیرن نے مزید کہا ہے کہ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۴۵ء تک دنیا میں یورپ اور سوویت یونین میں ستر ملین آدمی تشدد و موت کا شکار ہوئے۔ ان میں سے بدترین مظالم جرمنی کے یہودیوں پر ہوئے وہ جرمن جو یورپ کی مہذب ترین قوم تھی۔ اس کی رو سے یہ سمجھنا مشکل ہوگیا کہ عقلی تعلیم دنیا سے بربریت کو ختم کرسکتی ہے۔ نازیوں کے عقوبتی کیمپ اور روس کے کاشتکاروں کا لاکھوں کی تعداد میں قتل عام کا وجود تو جدیدیت میں پنہاں ہے۔ اس سے قبل کسی سماج نے ایسے نسل کش اقدام نہیں کئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں جو جاپان کے دوشہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم کے گرائے جانے سے تباہ ہوئے۔ اس تباہی پر عقلی دلیل خاموش ہے۔ وہ کچھ نہیں کرسکتی''۔ (۸۸)

''یہ تباہی موجودہ دور کی ایک برائی کا واضح نشان ہے۔ یہ اس جدیدیت کی پیداوار ہے جو شروع

ہی سے انسانوں کی نسلوں کو ختم کرنے میں مصروف ہے''۔(۸۹)

کیرن آرم اسٹرانگ کے وسیع مطالعے کے نتائج سیکولرازم اور ماڈرن ازم پر دو ضخیم کتابوں میں تو یہ تھے کہ مذہب Myth دیو مالا کے اختتام اور عقل Logos کی ضرورت ہے۔ خدا کا تصور ہمیں پیچھے کی طرف دیکھ کر چلنے پر مجبور کرتا ہے۔ ہمیں اپنے مستقبل کو دیکھنا چاہئے وغیرہ وغیرہ لیکن ایسی وسیع العلم کیرن کے قلم سے اُوپر کے چند جملے وضاحت کے محتاج ہیں۔

دورِ جدید کی ناکامیوں کے بارے میں ان کی کتاب ''خدا کے نام پر جنگ'' میں کیرن کا تبصرہ یہ ہے کہ انسانوں پر ظلم وتشدد اور نسل کشی صلیبیوں اور عقیدے کے اختلاف کی وجہ سے پادریوں کا اپنے مخالفین کی نسل کشی کرنا یہ مغربی عیسائیت کا مکروہ چہرہ ہے اس میں سے جرمنی کا holocast، روس کے لاکھوں گولک کسانوں کو قتل کرنا، پھر ترقی یافتہ یورپ کا جنگ عظیم میں نہتے شہریوں پر گولے برسانا اور بمباری، پھر ترقی یافتہ اتحادیوں کے سرگروہ امریکا کا ایٹم بم کے ذریعے دو بھرے پرے اور آباد شہروں کو لمحوں میں خاکستر کر دینا، یہ سب انسانوں کی نسل کشی کی وارداتیں صرف اور صرف عیسائی اقوام کے حصے میں آئی ہیں۔

ہم چونکہ کیرن کی کتاب محمد (ﷺ) پر اظہارِ خیال کر رہے ہیں اس لئے خود کیرن نے اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی وصیت درج کی ہے جو آپ نے جنگ موتہ کے لئے اپنے نامزد سربراہِ لشکر کو فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

> جنگ میں شرکت نہ کرنے والوں کو قتل نہ کیا جائے۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ میدانِ جنگ سے واپس جانے والے کو قتل نہ کیا جائے، ہتھیار ڈال دینے والے کو قتل نہ کیا جائے، مذہبی عبادت گاہوں اور ان میں موجود عابد وزاہد عبادت گزاروں کو قتل نہ کیا جائے، درختوں اور جانوروں کو نہ کاٹا جائے۔

دنیائے انسانیت کی یہ واحد انسانیت نواز وصیت ہے جو حضور ﷺ نے فرمائی اور آپ کے صحابۂ کرامؓ نے اس پر مکمل عمل فرمایا۔ حد یہ ہے کہ بیت المقدس میں مسلمانوں کے قتل عام کے باوجود صلاح الدین نے عیسائی آبادی کا قتل عام نہیں کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی امت کے ساتھ اپنے آخری اجتماعی ملاقات میں فرمایا:

۱۔ ان دماء کم و اموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا۔ (۹۰)

لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح ہی حرام ہیں جیسے تم آج کے دن اس شہر کی اور اس مہینے کی عزت کرتے ہو۔

انسانی زندگی کی تقدس اور حرمت کی متلاشی کیرن آرم اسٹرانگ کے لئے خطبہ نبوی ﷺ میں بیان کردہ انسانی زندگی، انسانی جان اور اس کا مال اور اس کی عزت کے تقدس کی عالم انسانیت کی تاریخ میں واحد ضمانت ہے، اور ماڈرن ازم بقول کیرن آرم اسٹرانگ انسان کو یہ ضمانت فراہم نہیں کر سکا اس لئے عقل کا تقاضا ہے حیات انسانی کو ضمانت فراہم کرنے والے محمد ﷺ پر ایمان لا کر مغربی عیسائیت اسلام پر عمل پیرا ہو۔ محض تعصب کی وجہ سے انسانوں کی جان و مال و عزت کی اس ضمانت کا انکار جدید طاقتوں کی انسانی تباہی کے اعمال پر جمے رہنا ماڈرن ازم نہیں جہالت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا:

ان اللہ قد اذھب اللہ عنکم عبیۃ الجاھلیۃ و تعاظمھا بابائھا ...... والناس بنو آدم و خلق اللہ آدم من تراب (۹۱)

اللہ تعالیٰ نے اب جاہلیت کا غرور اور آبا و اجداد کی نسبت سے افتخار مٹا دیا ہے...... تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (۹۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ، لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

اسلام کے اس انسانی مساوات کے مقابلے میں ایک جدید عیسائی عالم رینان کا یہ قول خود کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے:

Renan believed that the Semitic languages Hebrew and Arabic were corrupt and an example of arrested development. They lacked the progressive, developmental qualities inherent in "Aryan" linguistic systems, and could

not regeneratc themselves. In the same way, the Semitic races had produced no rcal art, commcrce, or civiliation Islam was espccially incompatiblc with modernity, as witness the obvious inferiority of the Muslim countries, the decadence of their govenments, and the "intcllectual nullity" of the Muslims themselves. Like the pepples of africa, the population of the Islamic world was mentally incapable of scientific rationalism, and unablc to form a single orginal idea. As European scicnce sprcad, Renan confidently predicted, Islam would wither away and would, in the near future, cease to exist. (93)

سامی زبانیں، عبرانی، عربی ناقص ہیں، اس کے مقابلے میں آریائی زبانیں یونانی لاطینی وغیرہ اظہار خیال میں نہایت کامل ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ برترنسلوں کی زبانیں ہیں۔

رینان (۱۸۲۳۔۹۲) سمجھتا تھا کہ سامی زبانیں ابرانی اور عربی ناقص زبانیں ہیں اور ترقی کی راہ میں روکاوٹ کی مثال ہیں، ان میں ترقی کی وہ خوبیاں مفقود ہیں جو آریائی زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ زبانیں آئندہ بھی ترقی نہیں پاسکتیں۔ اسی طرح سامی زبانوں نے کوئی حقیقی آرٹ یا تجارت یا تہذیب وتمدن نہیں پیدا کیا۔ یہ اقوام جدید کے مقابلے کے قابل نہیں جس پر مسلم ممالک کی پسماندگی گواہ ہے، ان کی حکومتوں کا زوال پر ان میں ذہانیت کا فقدان گواہ ہے۔ افریقہ کے عوام کی طرح اسلامی ملکوں کے عوام سائنسی تحقیقات کے قابل نہیں اور کوئی اصل تصور پیدا نہیں کر سکتے۔ مزید رینان نے پورے یقین کے ساتھ پیشین گوئی کی تھی کہ عنقریب اسلام ختم ہو جائے گا۔

فلسفی رینان نسل پرستی کو فلسفہ سمجھتا ہے، لیکن جب ان آریائی لوگوں میں نطشے پیدا ہوا اور اس نے جرمن قوم کو برتر قوم قرار دیا تو اس فلسفے نے ہٹلر پیدا کیا چنانچہ آج تک سارا یورپ اس برترنسل کو یہودیوں کی نسلی تباہی اور ۱۹۳۹ء کی تباہ کاریوں کا اصل سبب قرار دیتا ہے۔

کیرن آرم اسٹرانگ اس موقع پر حضور ﷺ کی اس وصیت کو اقوام متحدہ کے منشور کا حصہ بنانے کا مشورہ دے کر انسانیت کو جدیدیت کی اس لعنت سے چھٹکارا دلا سکتی ہیں۔ کیرن کے یہ الفاظ ان کی مجبوری کے شاہد ہیں: ''انسانوں کو انسانی زندگی کے مقدس ہونے اور اس کا اقرار کرنے کے نئے طریقے ایجاد کرنا ہوں گے''۔ (۹۴)

انسانی حیات کے تقدس اور اس کے احترام کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دے چکے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے انسان تخلیقی اعتبار ہی تمام مخلوقات پر برتری کے اسباب، اعضاو جوارح ودماغ و زبان لے کر آیا۔ مذہب کی زبان میں اسے احسن تقویم کہتے ہیں۔ (۹۵) مذہب نے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کا فرق انسان کی فطرت میں رکھا، حیوانیت میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔

انسان ہی انسان کا ہمدرد ہے، جانوروں میں یہ حس موجود نہیں ہے۔ آپ ایک جانور کا شکار کریں اس سے کچھ دور اس کے ساتھی جانور پورے اطمینان سے چرتے رہتے ہیں۔ انسان اگر انسان سے الگ اور اس کا جانی دشمن ہو تو یہ حیوانیت ہے۔ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ صلیبیوں کی درندگی و قتل و غارت، عیسائی پادریوں کا اپنے مخالف دوسرے عیسائیوں کی نسل کو ختم کرنا، جرمنی کے یہودیوں پر مظالم، جنگ عظیم لڑنے والی طاقتوں کا اپنے شہریوں پر بمباری کرنا، جنگ عالمگیر میں بمباریوں اور گولہ باریوں کے علاوہ نہتے شہریوں پر ایٹم بم برسانا، صلیبی جنگیں، امریکہ کی دریافت، اس پر یورپی ملکوں کے قبضے، مقامی ریڈ انڈینز کا قتل عام (ایک امریکی مصنف کی رُو سے نو کروڑ ریڈ انڈینز کا قتل)، اٹھارہویں صدی میں افریقہ سے غلاموں کو امریکہ لے جانا، زبردستی عیسائی بنانا اور ان سے زراعت وصنعت میں کام لینا، اسی طرح آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کا قتل عام یہ سب مغربی عیسائیوں کے کرتوت تھے۔ اب بھی ان کی مکمل نشان دہی کی ضرورت ہے۔

ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دنیا کا کوئی فرد ایسا نظر نہیں آتا جس کا بولا ہوا ہر لفظ محفوظ رکھا گیا ہو۔ جس کے ہر قول کو تقدس اور حجت بالغہ کی حیثیت حاصل ہو۔ اُنہوں نے جس بات سے منع فرمایا وہ حرام ہوگئی۔ جس بات کا حکم دیا وہ واجب ہوگئی۔ جس کا حکم نہ دیا لیکن روا رکھا وہ جائز ہوگئی۔ جس بات پر چہرۂ مبارک پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے وہ مکروہ ہوگئی۔ نگاہِ شوق جن کی جنبشِ ابرو پر ہردم لگی رہتی، نظم ہستی جن کی آنکھ کے اشاروں سے بنتا اور بکھرتا۔ جن کا تکلم قانون، جن کی خاموشی تکلم، جن کی چشم پوشی جواز واباحت، جن کی توجہ حاصل دو عالم، جن کا ارجا اشارۂ محرومی جن کا تبسم بہاروں سے گراں بہا، جن کی تیوری کے بل تقدیر آوم کی شکن، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی دنیا کے کسی اور شخص کے افعال واقوال کو یہ مرتبہ میسر آ سکا۔ (۹۶)

کیرن آرم اسٹرانگ سے ایک فاش غلطی ہوئی کہ اس نے لکھا کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت عباس اپنی بہن ام سلمہ کو لے آئے اور حضور ﷺ کے نکاح میں دیا یہ انتہائی غلط اور جھوٹ بات ہے۔ اس لئے کہ حضرت کی بہن ہونے کی وجہ سے ام سلمہ حضور کی پھوپی ہوئیں اور اسلام میں پھوپی سے نکاح حرام ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس واقعے کا ذکر کتب سیرت اور تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔ ام سلمہؓ سے حضور نے

نکاح فرمایا ہے لیکن وہ نہ تو حضرت عباسؓ کی بہن ہیں نہ ان کا نکاح حضرت عباسؓ نے کروایا۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں کیرن اس کی اصلاح کر لیں گی، اور مسلمان سیرت نگاروں پر انحصار کریں گی اور دنیا کے ابراہیمی سلسلے کے تینوں مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوششیں جاری رکھیں گی۔

حواشی و حوالہ جات

1. Muhammad a Biography of the Propht/ Karen Armstrong/ Harper San Franciso, A diviston of Harper Collins PublishersNew York/ Pp5)
2. Muhammad A Biography of the Prophet/ Pp 5
3. Muhammad A Biography of the Prophet/ pp6
4. Muhammad A Biography of the Prophet/ Pp 7
5. Muhammad A Biography of the Prophet/ /Pp 7
6. Muhammad A Biography of the Prophet/ /Pp 27
7. Muhammad A Biography of the Prophet/ Pp 40
8. Muhammad A Biography of the Prophet /Pp 10

۹۔ چنانچہ سرسید نے خطباتِ احمدیہ میں فارسٹر کی کتاب سے عرب کا نقشہ اور عرب قبائل کا نقشہ شائع کیا، جہاں یہ تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۱۰۔ البقرہ:۱۳۶

11. Image of the Prophet Muhammad in the west. p190
12. Muhammad A Biography of the Prophet/ Pp 21
13. Muhammad A Biography of the Prophet/ Pp22
14. An account of the Rise & Progress of Mahometanism/ Dr. Henry Stubbe/ London, Luzac & Co. 46 Great Russell street, 1911/ Pp 30
15. An account of the Rise & Progress of Mahomedanism/ Pp 143

۱۵۔ کیرن/ص:۳۰

16. The Holy Bible, King James Version Chapter. 33 Sentence I & 2
17. John 16.7
18. John 16.13
19. John 16.14
20. Image of the Prophet Muhammad in the west/ Jabal Muhammad Buaben/ The Islamic Foundation. Leicester. UK 1996. Pp213

۲۱۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون السیرہ، شمارہ:۱۳ میں دی ہے

22. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 24
23. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 158

24. Holy War/ Karen Armstron/ Anchor Books, A Division of Random House, Inc New York/ Pp 32
25. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 51

۲۶۔ الاعراف:۱۵۷

27. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 50
28. Muhammad A Biography of the Prophet/ pp 51

۲۹۔ الدارقطنی/السنن/مصر: ج۴،ص۲۴۵

۳۰۔ بخاری الصحیح/ دارابن کثیر/ بیروت، ۱۹۸۷ء: ج۴،ص۱۹۱۷، رقم۴۷۳۱

31. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 62
32. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 10
33. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 64, 65

۳۴۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ رسول اکرم کی سیاسی زندگی/ دارالاشاعت کراچی، ۱۹۶۱ء/ص۶۱

35. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 58
36. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 60
37. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 84
38. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 87

۳۹۔ سبا:۲۸

۴۰۔ الاحزاب:۴۰

۴۱۔ الاعراف:۱۵۸

42. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 91
43 Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 84
44. History of God/ P p 162
45. Holy war, Pp 29
46. Mohammed/ Maxime Robinson/ Penguin Books, England, 1971 /Pp 71
47. Image Of the Prophet Muhammad in the West/ P-21
48. Muhammad a Biography of the Propht

۴۹۔ البقرہ:۱۳۵

۵۰۔ حم السجدہ:۲۶

۵۱۔ النجم:۱۹،۲۰

۵۲۔ النجم:۲۱،۲۲

۵۱۔ تلخیص سر سید احمد خان/ خطباتِ احمدیہ/ نفیس اکیڈمی، کراچی/ص۲۸۶تا۲۹۶

۵۲۔ ناصرالدین البانی/ نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق: ص۳۳

۵۳۔ ایضاً:

54. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 111

55. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 116
56. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 113
57. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 113
58. Zafer Qureshi/Prophet Muhammad and his western critics/ Pp 668,672)
59. Dr Younaf Abbas Hashmi/ Kitab ur Rusool/ South Aasian Printers and Publishers, Karachi, Pakistan/ Pp3
60. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 154

۶۱۔ ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ/ دارالمعارفیہ بیروت، ۱۹۷۸ء: ج ۲، ص ۲۴۱

۶۲۔ ایضاً: ص ۲۴۲

۶۳۔ ایضاً

64. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 155
65. Yusuf Abbas Hashmi/ Kitabur Rasul/ South Asian Printers and Publishers, Karachi. Pakistan: P p 52

۶۶۔ ابن اسحاق، بحوالہ یوسف عباس ہاشمی: ص ۶۳

۶۷۔ حوالہ بالا

۶۸۔ حوالہ بالا

۶۹۔ حوالہ بالا

۷۰۔ Greetz، P-76-78۔ بحوالہ عباس ہاشمی/ ص: ۵۴

71. Holy War/ Pp 36
72. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 226

۷۳۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی/ اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر/ بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۵ء: ص ۲۷۳۔ علامہ سید سلیمان منصور پوری نے بھی رحمۃ للعالمین جلد دوم میں غزاوات کی مکمل فہرست درج کی ہے۔

74. Muhammad a Biography of the Propht/ Pp 169

۷۵۔ سنن ابی داؤد۔ عن عبدالرحمٰن بن کعب، باب خبر النفیر۔ بحوالہ رحمتہ اللعالمین، علامہ محمد سلیمان منصور پوری، ج ۱، ص: ۱۰۲، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۳ء)

۷۶۔ شرح السیر الکبیر الامام محمد الشیبانی جلد اول ص ۲۰۱۔ بحوالہ رسول اکرم کی سیاسی زندگی/ ڈاکٹر حمید اللہ/ ص ۸۵۔ حاشیہ

۷۷۔ سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین: ج ۲۔ ص: ۲۸۹

78. Holy War/ P-36

۷۹۔ کتاب استثناء/ باب: ۲۰۔ ۱۰، ۱۵

80. Muhammad a Biography of the Propht/Pp 235

۸۱۔ رسول اکرم کی سیاسی زندگی/صفحہ۱۷۹، ۱۸۰: ڈاکٹر حمید اللہ
۸۲۔ کتاب الردہ اردو ترجمہ خورشید احمد فارق ۔ندوۃ المصنفین دہلی
۸۳۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے۔محمد اسماعیل آزاد/ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال واوصاف، اقوام عالم کی مذہبی کتب میں۔السیر ہ شمارہ۱۴
۸۴۔ الاعراف:۱۵۸

85. Mohammed/ Pp/ 241

۸۶۔ الاعراف:۱۵۷

87. The battle for God/ Karen Arm strong/Harper Collins Publishers, 77-85 Falham Palace Road, Hammcrsmith, London W68J8/ Pp 199
88. Battle For God-P-200
89. Battle For God-P-200

۹۰۔ مسند احمد/مصر: ج۵،ص ۴۱۱، رقم ۲۳۵۳۶
۹۱۔ سنن الترمذی/ دار حیاء التراث العربی، بیروت: ج۵،ص ۳۸۹، رقم ۳۲۷۰
۹۲۔ حجرات:۱۳

93. The battle for God/ Pp 159

۹۴۔ ص ۲۰۱
۹۵۔ التین:۴
۹۶۔ مستشرقینِ مغرب کا انداز فکر: ص ۳۲۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی پالیسی

پروفیسر ڈاکٹر محمد گجر خان غزل کاشمیری

صفحات ۲۸۰۔ قیمت: ۱۵۰/روپے

اقراء تدریب الاطفال ٹرسٹ۔ لاہور

ملنے کے پتے

فضلی بک سپر مارکیٹ۔اردو بازار۔کراچی کتاب سرائے۔اردو بازار۔لاہور